خطباتِ اسلم
اول
اصلاح ظاہر وباطن کا حسین امتزاج
دعوتِ فکر وعمل کا ایک عظیم شاہکار
افادات
مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ
(خلیفہ حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحبؒ)
مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور
مرتب محمد ناظم قاسمی
شائع کردہ
شریف بک ڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور ضلع سہارنپور

جلد اول

مرتب: محمد ناظم قاسمی

ناشر

شریف بکڈپو چھٹمل پور سہارن پور یوپی

نام کتاب ـــــــــ خطباتِ اسلم
مرتب ـــــــــ محمد ناظم قاسمی
بارِ دوم ـــــــــ گیارہ سو
کتابت ـــــــــ قمر الزماں قاسمی بستوی محلہ خانقاہ دیوبند
قیمت ـــــــــ
سن ـــــــــ جولائی ۱۹۹۶ء
طباعت ـــــــــ خواجہ پریس دہلی
ناشر ـــــــــ شریف بکڈپو جامعہ کاشف العلوم
چھٹمل پور ضلع سہارنپور یوپی
پن کوڈ 247662

سول ایجنٹ
مکتبہ البلاغ دیوبند (یوپی) پن کوڈ 247554

جذبات و احساسات

نمبر شمار	ترتیبِ عناوین اور شخصیات		صفحہ
١	صاحبِ خطبات	حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ	٨
٢	تاثرات	حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ	٩
٣	بیانِ صداقت	حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مدظلہ	١١
٤	اظہارِ حقیقت	حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب مدظلہ	١٢
٥	انتساب	محمد ناظم قاسمی	١٥
٦	عرضِ مرتب	״	١٦
٧	تعارفِ خطیب	״	١٨

ایک مطالعاتی نظر

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

صاحبِ خطبات

(از قلم صاحب خطبات اسلم)

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کرجاؤں
اگر ہوسکے تو خدمتِ اسلام کرجاؤں
کیا فردوسیؔ مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

حامداً ومصلیاً امابعد

عارف باللہ، محدثِ وقت، فقیہہ الامت حضرت مولانا مفتی شاہ مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور نے احقر کو حکم فرمایا تھا۔ کہ بعد نمازِ عصر بزرگوں کے ملفوظات سنایا کرو۔ احقر نے ارشاد کی تعمیل میں عصر کے بعد اور خطبۂ جمعہ سے پہلے یہ سلسلہ شروع کیا۔ الحمدللہ احقر کو ذاتی طور پر بیحد نفع ہوا۔ بہت سے فرزندانِ توحید کی زندگیوں میں حسین انقلاب اور دینی بیداری آئی۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین

کچھ عرصہ سے مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی ناظم تعلیمات جامعہ ہذا نے جمعہ کے خطبات کو قلم بند کرنا شروع کیا۔ احقر نے بھی نظر ثانی کی۔ اور مولانا موصوف کے اصرار پر شائع کرنے کی اجازت دیدی۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ احقر کو اپنی کم علمی کم عملی کا ہر وقت احساس ہے کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہو تو وہ احقر ہی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ خدا اسکو ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنا کر ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین

(حضرت مولانا) محمد اسلم (صاحب ظلہٗ)

خلیفہ مجاز حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ

بقیۃ الخلف، عمدۃ السلف، فقیہہ الاسلام
حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ و مجاز، مناظرِ اسلام، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ
سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

حامداً ومصلیاً ومسلماً، امابعد:۔

دعوت و تبلیغ کی طرح وعظ و تذکیر بھی امت کی صلاح و فلاح کا نہایت اہم، مفید اور مؤثر ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ کریم میں متعدد جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم فرمادیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (سورۃ الاعلیٰ)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (سورۃ الغاشیہ)

ایک اور جگہ وعظ و تذکیر کی اہمیت و افادیت اور اس کے نفع بخش ہونے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ الذٰریٰت)

ان آیات و نصوص کے مقتضیٰ پر آپ نے خود بھی عمل فرمایا۔ اور امت کو بھی اسکی عملی

ترغیب دی مختلف طرق اور اسالیب سے آپ وعظ و تذکیر فرماتے رہے۔ کبھی انفرادی طور پر تو کبھی اجتماعی طریقہ پر، غرضیکہ یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا۔ اور اس کے غیر معمولی مثمر نتائج سامنے آئے۔ آپ ہی کی دعوت و تبلیغ اور وعظ و تذکیر کا نتیجہ ہے کہ دنیا قعرِ ذلت سے نکلی، گمراہی و ضلالت دور ہوئی۔ اور رشد و ہدایت کا بول بالا ہوا۔

آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمالینے کے بعد یہ ذمہ داری حضرات خلفائے راشدین صحابہ و تابعین، اور پھر یکے بعد دیگرے حضرات علماء و مشائخ کے حصہ میں آئی۔ ان حضرات نے آپ کی اتباع و تقلید میں اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ جس کے نتیجہ میں امت کے سامنے بہت سے مواعظ و خطبات معرضِ وجود میں آئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ہر زمانے میں یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور تادمِ تحریر بھی بفضلِ خدا اسی طرح جاری و ساری ہے۔

پیشِ نظر خطبات کا مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جو مولانا محمد اسلم صاحب مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جس کی زبان صاف، شستہ، اور اندازِ بیان عام فہم، سلیس و جاذب اور پر کشش ہے۔ توقع ہے کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ مخلوقِ خدا کے حق میں نافع اور حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں مقبول و مبرور ہوگا۔ وماذالک علی اللہ بعزیز

العبد

حضرت مولانا مفتی (مظفر حسین المظاہری) مدظلہٗ
ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور، یوپی
۷ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ
دن جمعہ

بیانِ صداقت

از قلم:- اجمل العلماء حضرت مولانا الحاج جمیل احمد صاحب مدظلہ
استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد:- جناب مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی مدرس جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور نے مجھے "خطباتِ اسلم" کی کتابت شدہ چند تقریریں دکھلائیں پڑھکر بیحد خوشی ہوئی کہ میری دیرینہ تمنا برآئی حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مہتمم جامعہ کاشف العلوم کی ذات گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ باری تعالیٰ نے زبان و بیان کا ایسا ملکہ آپ کو عطا فرمایا ہے۔ جو یقیناً اپنی مثال آپ ہے۔ ان من البیان لسحراً۔ آپ کے بیان کی سحر آفرینی مسلم جو فکر اور جو سوزِ دروں اللہ نے آپ کو عطاء کیا ہے جو جادوئی کشش آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے "خطبات اسلم" پڑھنے کے بعد وہ حلاوت، وہ چاشنی، آپ پر عیاں ہوجائے گی۔

دعاگو ہوں کہ باری تعالیٰ اس کتاب کے فیض کو عام کردے۔ مرتب کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین

جمیل احمد سکروڈوی
۲۸ رجب بروز جمعہ
۱۴۱۶ھ

اظہارِ حقیقت

از قلم:۔ حضرت مولانا الحاج محمد ہاشم صاحب مدظلہٗ
خلیفہ ومجاز حضرت نانکویؒ
استادِ تفسیر جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

حق جلّ مجدہٗ نے اس انسان کو وہ قوت گویائی، مافی الضمیر کی ادائیگی، رازہائے سربستہ کی واشگافی، کائنات خداوند عالم کی تشریح اور کلامِ ربانی کے افہام وتفہیم کی طرۂ امتیازی کا زریں تاج پہنا کر فرضِ منصبی کے اس مقام پر کھڑا کیا ہے، جہاں سے وہ مردہ قلوب کی مسیحائی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے ہمہ تن کوشاں رہتا ہے۔

الحمد للہ مفکر ملت حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم کو بارگاہِ ایزدی سے قوت خطابت میں وہ ملکہ عطا کیا گیا ہے۔ کہ بوقت خطابت سامعین کے بدن میں لرزہ، آنکھوں میں ندامت کے آنسو اور قلوب میں فکرِ آخرت دامن گیر ہو جاتی ہے۔

آنجناب کے بیان میں کشش، خلوص، اپنائیت، سادگی، سنجیدگی ومتانت غایت درجہ نظر آتی ہے۔ یقیناً یہ نعمت ثمرہ ہے اہل دل سے تعلق، محبت وانسیت کا نیز یہ فیضان ہے ان نسبتی بزرگوں کا جو پشت در پشت چلے آرہے ہیں۔ آپ کے

داداجان اور والدِ محترم حضرت مولانا حکیم عبد الحمید صاحبؒ جیسے باثر حضرات ہی کی طرح آپ کے ناناجان حضرت میاں جی غلام نبی صاحبؒ (مہاجر مدنی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے منتسبین میں سے تھے) ایک درویش صفت انسان تھے۔ علومِ نبوت ونورِ نبوت سے بہرہ ور خاندان کا یہ سلسلہ اب بھی جاری وساری ہے

ایک عرصہ سے میرے قلبِ حزیں میں بار بار یہ خواہش جنم لے رہی تھی۔ کہ فقیہہ الاسلام، عارف باللہ حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم کے خلیفۂ اجل کے ان نورانی اور ایمانی روح پرور خطبات کو جمع کیا جائے۔ جو آپ نے مخلصین کی دعوت پر تبلیغی اجتماعات ودینی مدارس میں اترپردیش، ہریانہ، راجستھان، مہاراشٹر، مدراس، بنگلور ہی کے نہیں، بلکہ بیرونِ ہند، بنگلادیش، سنگاپور، ملیشیا، جیسے ممالک میں علم وحکمت کے دریا بہاتے ہیں

بحمد اللہ، میری یہ نیازمندانہ تمنا برآئی۔ اور اسکی تکمیل جناب الحاج مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی ناظم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور نے بڑی محنت، جدوجہد اور لگن سے بشکل "خطباتِ اسلم" پوری کردی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ میں نے ان خطبات میں ● تقویٰ کی چاشنی ● سیرت کی حلاوت ● لمحۂ فکریہ میں عمل کا نمونہ ● رشتۂ اخوت میں اتحاد انسانیت کا جذبہ ● اسمع یسمع للہ میں تعمیلِ حکم ● حقیقی کامرانی میں اطاعت وفرمانبرداری کا مغز ● طول الامل میں عمرِ رفتہ کا تصور ● محاسبۂ نفس میں فکر آخرت ● والدین کے حقوق میں رضائے الٰہی ● اور توبہ میں مقامِ ولایت کو پایا تلک عشرۃ کاملہ انشاء اللہ خطبات کی یہ چند جھلکیاں، خاص وعام، طلبا واساتذہ، ائمہ وواعظین اور مقررین کیلئے مفید ونفع بخش ثابت ہونگی۔ خدا مرتب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

۱۷ر ۷ر ۱۴۱۶ھ دوشنبہ

انتساب

نصف صدی پرانا دین و دانش کا خمخانہ، علم و
عرفان کا میخانہ، روحانی اور دینی ادارہ جامعہ
اسلامیہ کاشف العلوم چھٹمل پور کے
سابق روح رواں، فخر ملت، عالی مرتبت
حضرت الحاج مولانا شریف احمد صاحبؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبد الغفور صاحبؒ
جودھپوری

کے نام

جن کی تعلیمی، تربیتی، ثقافتی، تنظیمی سرگرمیوں اور
مخلصانہ کوششوں کے نتیجہ میں بندہ کیلئے علوم اسلامیہ
کو سیکھنے سکھانے کی سعادت بھری راہیں کھلیں۔

محمد ناظم قاسمی
خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم
چھٹمل پور

عرضِ مرتب

بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً (الحدیث)

متواتر پندرہ سال سے ملک کی مشہور و معروف بزرگ علمی شخصیت جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹمل پور کے مخلص سربراہِ اعلیٰ مفکرِ ملت، خطیب العصر استاذ الاساتذہ حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مد فیوضہم کے مریدین و منتسبین اور محبین کا مجھ پر بیحد اصرار تھا۔ کہ آنجناب کے واعظانہ و ناصحانہ عبرت انگیز، دل دوز و جگر سوز خطبات جو کہ دعوتی، فکری اصلاحی، تبلیغی، تعلیمی، معاشرتی ہم آہنگی کا بیّن اور واضح ثبوت ہیں۔ کو قلم بند کیا جائے۔ تاکہ پوری ملتِ اسلامیہ اس سے بہرہ ور ہو سکے۔

غور طلب امر یہ بھی تھا۔ کہ ترتیب و تدوین میں عوام و خواص کے ذوق کے ساتھ ساتھ خطبائے مساجد اور طلبائے گرامی کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقاریر کو مختصر اور سہل الفاظ سے آراستہ کیا جائے۔ مگر میری کم مائیگی اور بے بضاعتی مانع ہی رہی۔ اسی کشمکش و پیچ میں ایک طویل عرصہ گذر گیا۔ لیکن جب جب اللہ کے پیارے حبیب آقائے رحمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سامنے آتی جس میں آپ نے فرمایا "کہ تم کو اگر میری طرف سے ایک بات کا بھی علم ہو تو اس کو دوسروں کو پہنچا دو" اس عظیم فرضِ منصبی کو ادا کرنے میں مجھے پھر کچھ تامل نہ ہوتا۔ الحمد للہ اب اس جذبۂ شوق اور ولولہ کے ساتھ عزمِ مصمم کرکے جد و جہد

شروع کی کہ کاش اس دعوتِ عمل کے پیغام کی نشر و اشاعت پورے عالم میں ہو جائے۔ جس سے ملک اور بیرونِ ملک کا ایک مخصوص خطہ فیضیاب ہو رہا ہے چنانچہ نتیجہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

میں ممنون ہوں ان تمام مخلصین کا جنہوں نے حضرتِ والا کے گرانقدر کلمات کے ذخیرہ کو قوم تک پہونچانے میں میرا کسی بھی طرح تعاون کیا ہے میری زبان و قلم پر کلام الٰہی کا بس یہ ٹکڑا جاری ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

یقیناً اس ذخیرہ کی ترتیب و پیش کش میں ضرور خامیاں ہوں گی، چونکہ یہ نقشِ اول ہے۔ اس لئے احباب، کہنہ مشاق تجربہ کاروں اور استفادہ کرنے والوں سے درخواست ہے کہ اس کاوش کو طالب علمانہ حیثیت ہی سے دیکھیں۔ ہمدرد اور مخلصین حضرات اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔ تاکہ اگلے ایڈیشن میں خامیوں کو رفع کر دیا جائے۔

آخر میں، میں شکر گزار ہوں استاذ محترم کا کہ آنجناب نے اس حقیر کوشش "بضاعۃ مزجاۃ" کو سراہ کر آئندہ کام کرنے کا حوصلہ افزا عزم عطا کیا۔

باری تعالےٰ آنحضرت کا سایہ تادیر قائم فرمائے۔ آمین

خاکپائے بزرگاں

محمد ناظم قاسمی

خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم

چھٹمل پور ضلع سہارنپور۔ یوپی

۵ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

تعارفِ خطیب

خطۂ دامن کوہ ہمالیہ ضلع سہارنپور کے معروف قریہ مرزاپور پول میں ایک مخلص، صاحبِ نسبت، عالم دین مولانا عبدالمجید صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہ تھی۔ کیونکہ اللہ نے آپ کو ایسی بیش بہا نادر صفات سے نوازا تھا جس کی نظیر طلب و جستجو کے بعد بھی مشکل سے ملے آپ ایک ہی وقت میں حاذق طبیب، علومِ ظاہری و باطنی کے باکمال حسین پیکر تھے کہ عام مخلوق آپ سے مستفیض ہورہی تھی۔

خاکۂ ولادت آپ کی سب سے پہلی اولاد میں مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہم العالی اور ان کے بعد اخی صغیر جناب ڈاکٹر حافظ محمد اکرام صاحب کاشفی مدفیوضہم پیدا ہوئے۔

خدا کی قدرت کہ ایک چشمۂ فیض کے ورثہ سے دو دھارا بہنے لگیں۔ تاکہ قوم کی امانت کو بحسن وخوبی اُن تک پہونچایا جاسکے۔ جناب ڈاکٹر موصوف نے علم ظاہری یعنی مخلوق کی جسمانی اصلاح پر محنت کو جاری رکھا اور جناب مولانا محمد اسلم صاحب نے علم باطنی کے لئے خود کو وقف کردیا۔

ابتدائی زندگی مورخہ ۲۱؍ دسمبر ۱۹۳۹ء میں آپ پیدا ہوئے۔ خانگی ماحول دیندارانہ ہونے کے سبب آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کے مراحل اپنے ہی قریہ کے مدرسہ فیض العلوم میں مشفق ومعمر اساتذہ کی نگرانی میں بہت

جلد پورے کرلئے۔ کم عمری ہی میں تعلیم دین کا شوق وجذبہ آپ کو گھر سے دور جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور (ضلع سہارن پور) میں لے آیا۔ اور یہاں ابتدائی عربی و فارسی کے اہم مراحل انتہائی محنت وجد وجہد اور لگن کے ساتھ قابل اساتذہ کی نگرانی میں طے کئے گئے یقیناً یہ آپ کی ذہانت وفطانت، سعیٔ پیہم اور محنتِ شاقہ ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ بہت جلد آپ تمام معلمینِ گرامی کے منظورِ نظر بن گئے۔ اسی کے طفیل اللہ نے اسی وقت آپ کی طبیعت میں عاجزی وانکساری، عالمانہ وعارفانہ اشعار کا ذوق اور ملکۂ تقریر ودیعت کردیا (جس کا قدرے تفصیلی تذکرہ آگے آرہا ہے۔

گہوارۂ کاشف العلوم کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دنیا کی مشہور ومعروف علمی دینی درسگاہ مظاہر علوم سہارن پور میں حاضر ہوئے۔ ضابطہ کے مطابق داخلہ کے بعد حاضرِ درس ہوتے رہے۔ مگر کاشفی علمی صلاحیت واستعداد کا ٹھاٹیں مارتا جوش آپ کو وہاں بھی منظرِ عام پر لے آیا۔ اور بڑی درسگاہ کے تمام نمایاں پروگراموں (علمی بحث ومباحثہ یعنی مناظرہ وغیرہ) میں آپ کی شرکت لازمی رہی۔ بالآخر ۱۳۸۲ھ میں علوم ظاہری سے فراغت پالی۔

تدریس ابھی چند ایام گذرنے نہ پائے کہ سابق استاذِ محترم (مادر علمی) کاشف العلوم چھٹمل پور کے دور اندیش اور فعال ومتحرک شخصیت کے حامل حضرت اقدس الحاج مولانا شریف احمد صاحب قدس سرہٗ نے آپ کو مسندِ درس پر فائز ہونے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ تعمیلِ حکم میں آپ نے اس کو قبول کرتے ہوئے تدریسی مشغلہ تندہی سے شروع کردیا۔ ادھر یہ سلسلہ جاری تھا کہ دوسری طرف اکابرین ومشائخ اور مصلحینِ امت کی خدمت میں علمِ باطنی کی تشنگی سینے میں لئے حاضر ہونے لگے

مناظرِ اسلام حضرت اقدس الحاج مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز (خلیفہ ومجاز حضرت تھانویؒ) فرمایا کرتے تھے۔ "تم بیٹے بھی ہو پوتے بھی ہو"۔ درس و تدریس کی اہم ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ کی انتظامی حسنِ کارکردگی کو دیکھتے ہوئے صاحب فراست ولیٔ کامل حضرت اقدس مولانا شریف احمد صاحبؒ معتمد جامعہ ہٰذا نے تنظیمی، تعلیمی، تعمیری اہم ذمہ داریاں بھی آپ ہی کے سپرد کردیں۔ اور بقول شخصے آپ نے فرمایا "ملاجی قریب لگو، کام سیکھو سلف جاتے ہیں خلف آتے ہیں"

حجتِ ازلی تمام ہوئی کہ اتفاقی طور پر مہتمم موصوف چندروز علیل رہ کر اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ اور حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدفیوضہم مسند اہتمام پر جلوہ فگن ہوئے۔ جامعہ ہٰذا کے شعبۂ حفظ کے قدیم منجھے ہوئے استاذ جناب قاری شفیق احمد صاحب مدظلہٗ کی زبانی "حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ایک فعال ومتحرک، زیرک، ذہین، امانت ودیانت کا پیکر خلوص وللّٰہیت کا مظہر مولانا محمد اسلم صاحب کو تیار کیا۔ جنہیں آج ہم کاشف العلوم کی ناؤ کے ملّاح کے روپ میں دیکھ رہے ہیں۔

خلافت

ذمہ داریوں کا بڑھ جانا تھا۔ کہ زندگی کے اندر وہ انقلاب جو برسوں سے سربستہ تھا ظاہر ہوگیا۔ جس کی جھلکیاں عرصۂ تعلیم سے دیکھنے کو مل رہی تھیں۔ اہتمام کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد آپ نے باضابطہ اصلاحی تعلق پیرومرشد، شیخ طریقت، اجمل العلماء، فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم سے کرلیا۔ اور جلد ہی آنجناب نے آپ میں اپنی فراستِ ایمانی سے استعداد وصلاحیت کو دیکھتے ہوئے اجازتِ بیعت سے سرفراز فرمادیا اسی وقت فریضۂ حج سے فراغت ہوگئی۔

آج بحمداللہ آپ زہد وورع اور طریقت وسلوک کے اس مقام پر ہیں

جس کو کماحقہٗ اس مختصر عریضے میں قلمبند کرنا مجھ طالب علم کی علمی لیاقت سے بالاتر ہے

بس ایک نظر

تواضع وانکساری، سادگی وبے تکلفی

آپ کی سادگی وتواضع اور منکسر المزاجی سے ہر کس وناکس متاثر ہوجاتا ہے اور ایک نو وارد شخص ہرگز یہ قیاس نہیں کرسکتا آپ کچھ ہیں (حالانکہ آپ متبحر عالم، مجود قاری، بہترین متجرب استاذ، عمدہ منتظم خطاط وخوش نویس کاتب اور باذوق شاعر ہیں) بقول شخصے "کہ اجنبی کی ساری تکان مولانا سے ملاقات کے بعد دور ہوجاتی ہے۔ ہر شخص سے ایسی سادہ لوحی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے ہیں۔ کہ گویا قدیم شناسائی ہو۔

خطابت

اللہ پاک نے آپ کو ابتدا ہی سے وعظ وتقریر کا ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ جو ایک بار آپ کی شیریں بیان گفتگو سن لیتا ہے وہ بار بار سننے کا خواہشمند رہتا ہے حتیٰ کہ ابتدائے سن بلوغ میں حضرت شاہ عبدالغفور صاحبؒ جودھپوری (راجستھان) اپنے یہاں بار بار بلایا کرتے اور تقریر سے محظوظ ہوکر تحفہ جات (پگڑی وکتب وغیرہ) سے سرفراز فرمایا کرتے تھے لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی جوں جوں عمر بڑھتی گئی اور اکابرین ومصلحین امت کی مشفقانہ عنایات آپ پر ہوتی گئیں آپ کی تقاریر بھی پُر درد وپُرکیف ہوتی چلی گئیں۔

آج عالم یہ ہے کہ دورانِ تقریر ایسا سماں ہوتا ہے۔ گویا آخرت کا منظر سامنے ہے۔ ایسے میں اشکِ ندامت بہائے بغیر رہا نہیں جاتا۔

ایک آنسو بھی ندامت سے ٹپک جائے اگر
آتشِ نارِ جہنم کو بجھا دیتا ہے
میرے اللہ مجھے اب غم عقبیٰ ہو نصیب
اک یہی غم ہے، جو ہر غم سے شفا دیتا ہے

آپ کی تقاریر پُراثر ہونے کے ساتھ ساتھ دعوتِ عمل کی نقیب ہوتی ہیں (خطبات کے الفاظ میں نے نقل کئے ہیں مگر وہ روح کہاں سے لاؤں)

اشعار سے لگاؤ آپ کو والہانہ وعارفانہ اشعار کا ایسا شوق ہے کہ شب و روز گنگناتے رہتے ہیں۔ جس کا اثر آپ کی تقاریر میں ملے گا۔ یوں تو تقریباً شاہنامۂ اسلام کا بیشتر حصہ مسدس حالی مثنوی، کلیات اقبال کے بے شمار اشعار زبان زد ہیں۔

ذکر اللہ ہر وقت سفر میں حضر میں، اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا آپ کا خاصہ ہے۔

بزرگانِ دین سے تعلقِ خاطر علمائے کبار و مشائخِ عظام کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ نیاز حاصل کرنا، آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

مجالس ہر روز بعد نمازِ عصر عالمانہ و عارفانہ مجالس منعقد ہوتی ہیں جس میں خصوصاً حضرت تھانویؒ کے ملفوظات، تذکرۃ الاولیاء مکاشفۃ القلوب، مثنوی روم اور وقتاً فوقتاً دوسری کتب سے بھی ماخوذ مضامین پڑھے اور سنائے جاتے ہیں۔ ان مجالسِ مبارکہ کے فیض سے بہت سے لوگ بد دینی و بے دینی کی ظلمتوں سے نکل کر دین کے صحیح ذوقِ سلیم سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔

ضیافت و مہمان نوازی مہمان نوازی و خاطر داری تو گویا فطرت میں پڑی ہے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: "مجھے اسوقت تک سکون نہیں ملتا جب تک کوئی شریک دستر خوان نہ ہو۔ اور مہمان ہمارا محسن ہے کہ اس کی بدولت ہم پیٹ بھر کھانا کھا لیتے ہیں" مہمان کی ضیافت و خاطر داری میں خود کو خادم کی طرح پیش کر دیتے ہیں۔

ادارہ کی ترقی کا سربستہ راز جب سے ادارہ کے انتظام و انصرام کا ذمہ آپ کے سر آیا تو گویا کہ خود کو اس کے لئے وقف کر دیا۔ شب و روز محنت و جفاکشی یعنی دور، دراز علاقوں کے اسفار جاری رہتے ہیں۔ حالانکہ ادارہ کی اندرونی مصروفیات ہی ایک مسئلہ ہیں۔ عمرِ رفتہ کے چھپن سال گذر جانے کے بعد اس پیرانہ سالی میں بھی اس محنتِ شاقہ سے گریز نہیں جب کہ یہ آرام کا وقت ہے ایک مرتبہ قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "میری طبیعت برابر ناساز چلتی رہتی ہے۔ سینہ بوجھل رہتا ہے مگر جب مسئلہ تعلیمات نبویؐ کی اشاعت کا آتا ہے تو قلب مضطرب ہو اٹھتا ہے۔"

یقیناً اسی دینی محنت اور غمِ امت کا نتیجہ ہے کہ آپ مرجع خاص و عام بنے ہوئے ہیں۔

کرم نے تیرے اس اسلام کو اعجاز بخشا ہے
تیرا ممنون ہے مشکور میرا ہر نفس ساقی

میری آہِ سحرگاہی کو دے تاثیر وہ یارب
جگا کر خوابِ غفلت سے جو عالم کو افادہ دے

بات اپنی نہ کہوں گا نہ کسی غیر کی میں
میں سنانے کیلئے حق کا پیام آیا ہوں

وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن

تقویٰ

مفکرِ ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر، حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

تجھے اے مردِ مومن ہوش میں آنا مبارک ہو
مئے توحید پی کر جوش میں آنا مبارک ہو

تقویٰ

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

امابعد فقد قال اللہ تعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

صدق اللہ العظیم

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

قرآنِ حکیم کی اس آیتِ مبارکہ میں اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے ہماری اور آپ کی اور کائنات کے ہر ہر انسان کی تمام پریشانیوں اور مصیبتوں اور ہر رنج وغم کا ایک واحد علاج بتلایا ہے۔ آج آپ اپنا جائزہ لیں، میں اپنا محاسبہ کروں اور اسی کے ساتھ پورے عالمِ اسلام پر ایک نظر دوڑائیے۔ ہر طرف سے یہ خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ آج پوری دنیا میں بدتمیزی و بداخلاقی، چوری و بدکاری رشوت خوری و سود خوری، اور قتل و غارتگری کا پورا بازار گرم ہے۔ طرح طرح کی بیماریاں ہیں، عجیب عجیب مسائل ہیں، نہ معلوم انسان کیسے کیسے حالات سے دوچار ہے۔ جتنے سامانِ تعیش بڑھتے جارہے ہیں اور جتنی انسان دنیاوی ترقیات کی منزلیں طے کررہا ہے اور جب سے یہ زمین وآسمان کے مابین اڑنے لگا ہے اتنی ہی اس کی پریشانیاں اور مسائل بڑھتے جارہے ہیں۔ انسان کا جب چین وسکون برباد ہو جاتا ہے اور جب وہ اپنی حیات کے منتشر شیرازہ کو حیران وسرگرداں سمیٹتا پھرنے لگتا ہے اور اس کو کوئی منزل نظر نہیں آتی تو صرف قرآنِ حکیم ہی ایک ایسا رہبر ہے کہ جو انسان کو اس کی بربادی کی وجہ بتا کر راہِ عمل کی ترغیب دلاتا ہے۔

وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔ نہ معلوم اللہ تعالیٰ ہمارے کتنے ہی گناہوں اور کتنے ہی معاصی کو یونہی درگذر فرمادیتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حساب لینے پر آجائیں تو ہم پھر ایک لمحہ بھی زندہ نہ رہیں۔ اور ایک سانس بھی خدا کی کائنات میں لینے کے حقدار نہ ہوں۔ لیکن اللہ کی بے پناہ عنایات اور بیکراں فضل ورحمت ہے کہ وہ ہر طرح چشم پوشی کرتا ہے۔

حاضرین گرامی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم آج جن حالات ومسائل کا شکار ہیں یہ سب ہماری ہی بداعمالی کا ثمرہ ہے۔ ورنہ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی میں پیاس بجھانے کی صفت رکھی ہے۔ اگر کوئی پیاسا پانی پئے تو اس کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ اور جسطرح اللہ نے کھانے میں بھوک مٹانے کی تاثیر رکھی ہے کہ اگر بھوکا کھانا کھائے تو اس کی بھوک مٹ جاتی ہے۔ اسی طرح اس احکم الحاکمین نے اپنے احکام اور پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے میں تاثیر رکھی ہے۔ اگر کوئی مادیت پرست چیزوں کے پیچھے دوڑنے والا، اگر کوئی فسادات وحالات کا مارا ہوا احکامِ الٰہیہ اور سنتِ رسول پر عمل پیرا ہو جائے۔ تو میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن اس کا گواہ اور رسول کی سیرت

اس کا نمونہ ہے۔ صحابہ کا عمل اس کا شاہد اور بزرگوں کی زندگی اسکی دلیل ہے کہ وہ کامیاب ہوجائے گا۔ اس کے قلب کا ہر رنج و غم دور ہوجائے گا۔ فسادات اس کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔ آفتیں اس سے منہ موڑ لیں گی۔ اور ترقی اس کی غلام بن جائے گی۔ اور رحمتِ الٰہیہ اس پر سایہ فگن ہوجائے گی۔

محترم حاضرین اور میرے دانشمند بزرگو۔ اس کے لئے ضرورت ہے تقوی کی اور جو شخص تقوی اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ پھر قدم قدم پر اس کی نصرت فرمائیں گے۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں حکمِ ربی ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب، اللہ نے فرمایا۔ اگر تم تقوی اختیار کروگے تو میں تمہیں ہر تنگی سے بچالوں گا۔ اور روزی ورزق ایسی جگہ سے دوں گا کہ تم اس کا گمان بھی نہیں کرسکتے۔

معلوم ہوا۔ اگر کوئی سکونِ قلب چاہتا ہو۔ اور فکر معاش جو کہ انسان کی سب سے بڑی الجھن اور کمزوری ہے۔ اس غم سے نجات پانا چاہتا ہو۔ اول اس کو چاہیئے کہ وہ تقوی اختیار کرے یعنی اس بات پر دل سے یقین کرے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔

محترم بزرگو اور دوستو!۔ یہ کلمہ اپنے اندر وہ تاثیر و جاذبیت رکھتا ہے اگر ستر سال کا کافر گناہوں اور معاصی کی دلدل میں پھنسا

ہوا شخص اس کلمہ کو سچے دل سے پڑھ لے تو اس کے سترِ سال کے تمام گناہ یکسر ختم ہوجائیں گے اور وہ پھر سے گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے تمام گناہوں کو اللہ پاک چشم زدن میں معاف فرما دیں گے اور اللہ کی رحمت اس پر اس طرح سایہ فگن ہوگی ۔ کہ انوار و برکات اسے ڈھانپ لیں گے۔ اسے منزل کا پتہ مل جائے گا۔ اور اس کی زندگی کا مقصد حل ہوجائے گا۔ آخرت کے تمام بند دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔

اس حقیقت سے آپ بخوبی واقف ہیں کہ آگ ایک ایسی شے ہے۔ اگر کوئی سو سال کا اس کا پجاری بھی آگ میں ہاتھ ڈالدے تو یقیناً وہ آگ اس کو جلا کر راکھ کردے گی۔ اور ذرہ برابر بھی اس کی پرواہ نہ کرے گی کہ وہ اس کا پجاری ہے اور دل سے اسے خدا مانتا ہے۔ مگر اس کلمۂ توحید میں وہ وزن ہے اگر خدا نخواستہ کچھ بھی عمل نہ کیا ہو تو بھی خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ سزا دینے کے بعد اس کلمہ گو کو ایک نہ ایک دن جنّت میں ضرور داخل کردے گا۔

حضرت حسن بصریؒ کے ساتھ ایک مرتبہ ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔ کہ شمعون نامی ایک شخص آپ کا پڑوسی تھا۔ آتش پرستی کرتے کرتے اس کو ستر سال گزر گئے تھے۔ حسن بصریؒ کو خبر ملی کہ وہ مرض الوفات میں مبتلا ہے۔ آپ تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ پڑگیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے

شمعون ساری عمر آتش پرستی میں گذار دی کہ سارا جسم بھی کالا پڑ گیا
اب تو ایمان لے آ۔ کہ اللہ تیرے تمام گناہوں کو معاف کر کے
آخرت کی ایسی زندگی عطا کر دے جو تیرے تصور میں بھی نہ ہو۔ شمعون
کہنے لگا اے حسن مجھے اسلام قبول کرنے سے تین چیزیں مانع ہی
ہوتی ہیں۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا وہ کیا۔ کہنے لگا۔ کہ جب تم لوگوں
کے عقائد میں دنیا کی محبت بُری شے ہے۔ تو پھر تم اس کی جستجو
و تلاش کے لئے کیوں مارے مارے پھرتے ہو یہاں تک کہ جھوٹ
اور چوری سے بھی گریز نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ موت یقینی ہے کہ وہ
آئے گی پھر بھی اس کا سامان نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ تم اپنے قول کے
مطابق جلوۂ خداوندی کے دیدار کو بہت عمدہ شے تصور کرتے ہو۔ تو
پھر دنیا میں خدا کی منشا کے خلاف کام کیوں کرتے ہو۔ جواب میں
حسن بصریؒ نے فرمایا یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں۔ ان سے
مذہب کی سچائی کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ ساری
عمر آگ کو پوجتے رہے اس طرح وقت کو ضائع کر کے تمہیں اس کے
صلہ میں کیا ملا۔ مومن تو چاہے کچھ بھی ہو۔ کم از کم اللہ کے ایک ہونے
کو تو دل سے تسلیم کرتا ہے مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے اگر ہم
دونوں آگ میں ہاتھ ڈال دیں تو وہ ہم دونوں کو برابر جلاتے گی۔
یا تو اس کا پجاری ہے اس کا لحاظ کرے گی۔ اس کے بالمقابل
میرے مولیٰ میں وہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو آگ مجھ کو ذرّہ

برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور حسن بصریؒ نے یہ فرما کر اپنا
ہاتھ آگ میں ڈال دیا۔ اور کوئی اثر آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوا۔
شمعون نے اس کیفیت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں ستر
سال سے آتش پرستی میں مبتلا ہوں اب آخری وقت میں مسلمان
ہو کر کیا ہو گا۔ لیکن جب آپ نے اصرار کیا تو کہنے لگا۔ اس شرط پر
ایمان قبول کر سکتا ہوں۔ کہ آپ مجھے ایک عہد نامہ لکھ کر دیں۔ کہ
میرے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے تمام گناہوں سے
نجات دے کر مغفرت کر دے گا۔ چنانچہ آپ نے عہد نامہ لکھ دیا
لیکن وہ مزید کہنے لگا کہ اس پر بصرہ کے صاحب عدل لوگوں کی
شہادت بھی لکھوا دیجئے۔ چنانچہ آپ نے چنیدہ لوگوں کی شہادتیں
درج کرا کے ان کے دستخط کرا دیئے پھر شمعون نے کلمہ پڑھ لیا
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور درخواست
کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے خود ہی غسل دے کر قبر میں اتاریں
اور یہ عہد نامہ بھی میرے ساتھ ہی دفن کر دیں۔ تاکہ قیامت
کے دن میرے مسلمان ہونے کا ثبوت میرے پاس رہے چنانچہ
اس وصیت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ وصیت کے مطابق
آپ نے عمل کیا اور شب کو خواب میں دیکھا کہ شمعون بہت قیمتی
لباس اور زریں تاج پہنے ہوئے جنت کی سیر کر رہا ہے آپ نے
سوال کیا کہ کیا گذری تو کہنے لگا کہ خدا نے میری مغفرت تو اپنے فضل

سے فرمادی۔

لہٰذا اب آپ کے اوپر کوئی بار نہیں۔ آپ اپنا عہد نامہ واپس لے لیں۔ کیونکہ مجھے اب اس کی ضرورت نہیں۔ اور جب صبح کو آپ بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ حقیقت میں آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ تیرا فضل کسی کا محتاج نہیں۔ دوستو یہ تاثیر ہے کلمہ کی کہ جس نے بھی صدق دل سے پڑھ لیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ یقیناً کامیاب ہو گیا۔

میرے فکرمند دوستو۔ یہ ایک نسخہ ہے جسکو ہزاروں لاکھوں لوگوں نے آزمایا ہے اور اپنی زندگیوں کو سنوارا ہے مگر یہ تقوی کی پہلی منزل ہے۔

تقوی کا دوسرا درجہ

دوسرا درجہ تقوی کا یہ ہے کہ خدا نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم کیا ان کو کرے اور جن چیزوں سے منع کیا ان سے رک جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ میں سو فیصد کامیابی کو تصور کرے پھر دیکھو کہ کس طرح رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے اور قدم قدم پر اس کی معاون و مددگار رہوتی ہے۔

اللہ تو بہت مہربان ہے لیکن انسان خود ہی اپنے پاؤں پر

کلہاڑی مارتا پھرتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب بندہ معافی مانگے اور کب میں اسکو معاف کر کے دنیا و آخرت میں اس کی کامیابی کے سامان کروں۔ اس کے رنج و غم کا مداوا کر کے خوشیوں کے اسباب مہیا کردوں اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا۔ کہ جو بھی تقوی اختیار کرے گا اللہ سے ڈرے گا۔ اس کے احکام کی پابندی کرے گا۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ان کو کرے گا اور جن چیزوں سے منع کیا رک جائیگا۔ تو تائید غیبی اس کے ساتھ ہوگی۔

تقوی کا تیسرا درجہ

اور تیسرا درجہ تقوی کا یہ ہے اللہ کے سوا کسی کا بھی خیال یا محبت دل میں جگہ نہ بنائے۔ اللہ کے ڈر اور خوف اور اوامر و نواہی پر عمل ہونیکے ساتھ ساتھ اس نکتہ پر بھی مضبوطی سے عمل ہو کہ خیال ہو تو صرف اللہ کا محبت ہو تو صرف اللہ سے اور استحضار ہو تو صرف اللہ کا۔

ایک طفلِ ناداں کا تاثر

خلاصہ یہ کہ ماسوا سے دل خالی ہو۔ ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچے کو آغوش میں لئے ہوئے تھے اور دست شفقت سر پر پھیر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا

ابا جان میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت فضیلؒ بہت مسرور ہوئے کہ دیکھو آج میرا بچہ کیا سوال پوچھتا ہے۔ آپ نے فرمایا پوچھو

بچے نے کہا ابا جان سچ بتایئے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس میں کیا شک ہے گھر میں جب تک تمہیں نہیں دیکھ لیتا میرے دل کو چین نہیں ملتا۔ بچہ نے پھر سوال کیا۔ کہ اچھا آپ اُس سے بھی محبت کرتے ہیں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! بچہ نے کہا ابا جان مجھے حیرت ہے کہ ایک دل میں دو چیزوں کی محبت کیسے جمع ہو گئی۔ یہ سننا تھا کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فوراً بچہ کو آغوش سے اتار دیا۔ اور اللہ کے سامنے عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔

حضرات گرامی اب آپکو معلوم ہو گیا۔ کہ خدا کے سوا کسی کا خیال یا کسی کی محبت دل میں نہ ہو یہ تقویٰ کا تیسرا اور اہم درجہ ہے۔ تقویٰ کے زینے کی اس سیڑھی پر پہنچ کر انسان خود میں ضم ہو جاتا ہے۔ اور پھر دنیا کی ساری مرغوبات اور طمع و حرص اس سے کوسوں دور ہو جاتی ہیں۔ شیطانی اور ناپاک وساوس اسکے پاس بھی نہیں پھٹکتے۔

اَیْنَ اللہ، اَیْنَ اللہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے

کہ اچانک شدت کی پیاس لگی تو آپ نے ایک جگہ ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ بکریاں چرا رہا ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے آپ نے اس سے دودھ طلب کیا مگر اس نے عذر کر دیا۔ کہ میں مالک نہیں اور بغیر مالک کی اجازت کے مجھے اس میں تصرف کا حق نہیں،

حضرت عمر فاروقؓ نے جب اس چرواہے کا یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے بطور آزمائش اس سے کہا۔ کہ تو ایک بکری ہمیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دے ہم اس کا دودھ بھی پی لیں گے اور پھر اسے ذبح کر کے کھا بھی لیں گے۔ کہنے لگا کہ مالک کی اجازت کے بغیر میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ سوچ لے مالک کوئی دیکھ تھوڑا ہی رہا ہے اور پھر اچھی خاصی رقم تیری جیب میں چلی جائے گی۔ تیرا بہت بڑا فائدہ ہو جائے گا اور ہمارا کام چل جائے گا۔ چرواہے نے جواب دیا اے اجنبی مسافر اگر مالک ہمیں نہیں دیکھ رہا ہے تو این اللہ، این اللہ، اللہ کہاں چلا جائے گا۔ اللہ کہاں چلا جائے گا۔ یعنی اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ حیرت انگیز جواب سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ کہ یقیناً جب تک اس امت میں ایسے متقی لوگ موجود ہیں تب تک یہ امت تباہ و برباد نہیں ہو سکتی، اللّٰھم احفظنا منہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب تقویٰ کی حقیقت دریافت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تمہارا کبھی کانٹوں بھری

وادی سے گذر ہوا ہے لوگوں نے کہا ہاں پوچھا کہ تم اس وقت کیسے چلتے ہو عرض کیا۔ کہ ہر ممکن طریقے سے کانٹوں سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اصل تقوی اسی کا نام ہے دوستو! تقوی انسان کی زندگی کا خلاصہ ہے۔ تقوی جہاں انسان کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی دیتا ہے۔ وہیں وہ ایک عبادت بھی ہے۔

حضرت امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ قلیل تقوی بھی ایک ہزار برس کے صوم وصلوٰۃ سے افضل ہے۔ کیونکہ اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر و تقوی ہے۔ (تحفۂ علم وحکمت) اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں کو ہی فلاح ونجات کی بشارت دی ہے اور ان کو صالحین میں شمار کیا ہے۔

محترم حضرات آج سے عہد کیجئے کہ ہم صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں گے کیونکہ وہی ہمارا کارساز ہے۔ وہی غیب سے روزی عطا کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاصی سے محفوظ فرما کر اعمال صالحہ کی ہدایت دے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

دو جہاں کی کامیابی گر تجھے درکار ہے
ان کا دامن تھام لے جن کا محمدؐ نام ہے

کی

مُفلسَانہ ومظلومَانہ زندگی

الحمد للہ وکفی وسلام علے عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد ۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۝

وعن انس رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ، وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُؤْذٰی اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَۃٍ وَیَوْمٍ وَمَا لِیَ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ یَاکُلُہٗ ذُوْکَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُّوَارِیْہِ اِبْطُ بِلَالٍ

(رواۃ الترمذی)

کر کچھ میں ترقی کیا ہو رسالت کا مقام
کٹ ہے بہرے تو میں قرینہ عالم کا اسلام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری
بھی تو بنگئے ہیں سارے رسولوں کے امام

محترم بزرگو اور دوستو۔

میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد ایک حدیث پڑھی ہے۔ جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں وہ کہتے ہیں کہ نے دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا کے دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے ابتدائے اسلام میں جس قدر خوف و دہشت میں مجھے مبتلا کیا گیا اتنا کسی کو نہیں کیا گیا۔ جتنی ایذائیں مجھے دی گئیں اتنی کسی کو نہیں دی گئیں۔

چنانچہ خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا جب میں نے اعلان کیا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کھڑا ہوا تو اس وقت میں تن تنہا تھا ہر طرح کی دہشت اور خوف میرا اس سے دوچار ہونے والا واحد شخص میں تھا۔ بلاشبہ مجھ پر متواتر تیس دن اور تیس راتوں تک ایسے ایسے حالات بھی گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لئے کوئی ایسا سامان نہ تھا۔ جس کو جگر دار حیوان ہی کھا سکے چہ جائیکہ انسانوں کے کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوتیں۔ البتہ

ایک مرتبہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اپنی بغل میں کچھ کھانے پینے کی چیز دبائے ہوئے تھے۔

حضرات سامعین کرام غور کیجئے۔

کہ جو چیز بغل میں دبائی جا سکتی ہو اس کی حیثیت ہی کیا ہوگی خاص طور سے اس صورت میں جب کہ وہ باہر سے بھی نظر نہ آئے کہ بغل میں کیا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اس حدیث میں خصوصی طور پر دو چیزوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اوّلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ ثانیاً آپ کے الم انگیز، تکالیف بھرے پُر درد حالات۔

نبی کا فقر و فاقہ

اس لئے سب سے پہلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فاقوں بھری زندگی کا تذکرہ کروں گا کہ شہنشاہِ کونین کے یہاں کئی کئی دن فاقہ کی حالت میں ایسے گذر جاتے کہ چولہا تام کو بھی نہ جلتا اگر کہیں سے کچھ آ بھی جاتا یا تو وہ سائل کو دیدیا جاتا یا پھر غریب و نادار مسلمانوں کا خیال کر کے ان کے گھروں کو بھیجدیا جاتا۔ اور خود شافع محشر، حوضِ کوثر کا مالک بھوکا سو جاتا۔ اور ذرا بھی کسی سے شکوہ نہ کرتا۔ جبکہ آپ کی نو نو بیویاں تھیں۔ اس لئے میں آج کی اس مجلس میں اللہ کے رسول کے خود بیان کردہ حالات اور اصحابِ نبی کی چشم دید شہادتیں پیش کروں گا جس سے آپ کو واضح طور پر

معلوم ہو جائے گا۔ کہ اللہ کا پیارا محبوب سید الانبیاء کس طرح بھوک کے
مارے چین کی نیند سوتا ہوگا مگر پھر بھی کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال
دراز نہ کیا۔

چنانچہ ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر تیس دن اور تیس
راتیں ایسی گذری ہیں۔ جن میں کھانے کو کچھ بھی میسر نہ ہوا۔ (ترمذی)

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے نبی نے فرمایا۔ کہ میرے اہل
بیت کی کوئی ایسی شام نہ ہوتی تھی۔ جس میں ان کے پاس ایک صاع
گیہوں یا کوئی اور غلہ ہی رہتا ہو۔ جبکہ آپ کی نو نو بیویاں تھیں۔ (بخاری)

بخاری شریف کی ایک اور روایت ہے جس کو حضرت ابو ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور کبھی بھی آپ نے جَو کی روٹی سے
پیٹ نہیں بھرا۔ (بخاری)

ایک جگہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں
کہ ہم نے بھوک کی شدت سے پریشان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے شکایت کی۔ اور حال یہ تھا کہ بے چینی کی وجہ سے ہم نے اپنے پیٹ
پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ چنانچہ پیٹ بھی اللہ کے نبی کو کھول
کر دکھلا دیئے۔ مگر اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ میرے
آقا و مولیٰ شہنشاہ کونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بطن مبارک

ہمیں کھول کر دکھلایا۔ کہ اس پر دو دو پتھر بندھے تھے۔ (ترمذی)

ے عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گذاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوب باری کے

امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مزید فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ
بیت ازواجِ مطہرات اور متعلقین نے دو روز مسلسل جَو کی روٹی سے
پیٹ بھرا ہو۔ چہ جائیکہ گندم کی روٹی سے یہاں تک کہ نبی کریم محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (بخاری و مسلم)

معزز حاضرین کرام:۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا اور آپ کے اہلِ بیت کا یہ
معمول تھا کہ اگر ایک دن پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا تو دوسرے دن بھوکے
رہے۔ اسی لئے حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہم نے کبھی دو روز مسلسل
جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ترفہ اور خوشحال زندگی پر فقر و فاقہ اور افلاس کو ترجیح دیتے تھے۔

چنانچہ حق جل مجدہ کی طرف سے آپ کے لئے دنیا بھر کے خزانے
مہیا کئے جانے اور پہاڑوں کو سونا بنا دیئے جانے کی پیش کش کی گئی۔
مگر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں
ایک دن پیٹ بھروں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جس دن پیٹ بھروں

اس دن خدا کا شکر ادا کروں ۔ اور جس دن بھوکا رہوں اس دن صبر کروں ۔

دوستو ۔ ممکن ہے آپ کو یہ خیال آئے کہ بعض روایات سے ایسا بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے سال بھر کا غلہ، نان نفقہ، ضروری اشیاء بقدر ضرورت پیشگی (ADVANCE) جمع فرما دی تھیں پھر امہات المومنین کا یہ فرمانا کہ دو روز مسلسل جَو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا ۔ کہاں تک درست ہے،

معزز حاضرین مجلس! علمائے محدثین نے یوں فرمایا ہے کہ حقیقتِ واقعہ تو یہی ہے ۔ شروع میں ایک طویل عرصہ تک جبکہ آپ کی معاشی زندگی پر فقر کا غلبہ تھا ۔ آپ یقیناً اس معمول پر قائم رہے کہ کبھی کسی چیز کا ایک دن کے لئے بھی ذخیرہ جمع نہیں فرمایا ۔ جو موجود ہوا کھا لیا ۔ اگلا دن قناعت و توکل پر چھوڑ دیا ۔ ہاں جب بالکل آخری زمانۂ نبویؐ میں اسلام کو طاقت اور غلبہ ملا ۔ اور مجاہدینِ اسلام نے مختلف علاقوں کو فتح کیا ۔ تو اس صورت میں مالِ غنیمت وغیرہ کا مقررہ حصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملا ۔ اس طرح تھوڑا بہت مال آپؐ کے پاس آتا رہا ۔ گویا کہ آپؐ کی معاشی حالت کسی قدر بہتر ہوئی ۔ تو آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے پیشگی (ADVANCE) ایک سال کا نظم فرمایا ۔

روایاتِ صحیحہ شاہد ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو

کبھی اپنے پاس نہیں رکھا ۔ جیسے آتا ویسے ہی رضاء الٰہی میں صرف فرما دیتے ۔ اور خود ہمیشہ کی طرح خالی رہ جاتے ۔

محترم بزرگو اور دوستو! اب تک جو احادیث آپ حضرات کے سامنے پیش کی ہیں ان سے ثابت ہو گیا کہ آج تک روئے زمین پر کوئی بھی غریب و نادار شخص اور فقراء میں سے کوئی بھی فرد میرے آقا و مولیٰ تاجدارِ مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا سخت فاقہ برداشت نہیں کر سکا ہے ۔ اور نہ ہی قیامت تک کوئی کر سکے گا ۔

راہِ خدا میں جتنا ظلم مجھ پر ہوا کسی پر نہیں ہوا

برادرانِ اسلام :۔ اب تقاضا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت پر بھی کچھ روشنی ڈالوں کہ کافر درندوں نے محسنِ انسانیت پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے ۔ چنانچہ بذاتِ خود اللہ کے نبی نے فرمایا لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا یُؤْذٰی اَحَدٌ کہ جتنی تکلیف اور ایذاء اللہ کی راہ میں مجھے دی گئی اتنی کسی کو نہیں دی گئی ایک اور حدیث میں کچھ اس طرح کے الفاظ آتے ہیں ۔

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلُ مَا اُوْذِیْتُ ۔ اتنا کسی نبی کو بھی نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ۔

نبی کے خلاف کفار مکہ کی متحدہ کونسل

دوستو آپ کی پوری حیاتِ طیبہ مصائب و تکالیف سے بھری پڑی

ہے۔ قدم قدم پر آپ کو حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ بلکہ مکہ میں تو آپ کو ستانے کے لئے باقاعدہ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ جس میں آپ کو ذہنی اور جسمانی ایذا رسانی کے لئے ترتیب وار تجاویز پیش کی گئیں۔

- کہا گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رشتہ دارانہ تعلقات قطع کر لئے جائیں۔
- پوری قوم میں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔
- بات بات پر اس کی ہنسی اڑائی جائے تمسخر کیا جائے۔
- جس طرح بھی ممکن ہو اسے ذہنی و جسمانی طور پر زدوکوب کیا جائے۔
- اور محمدؐ کے سچا سمجھنے اور ماننے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار بنایا جائے۔
- اور اگر ان سب کے باوجود بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) راستہ پر نہ آئے تو اسے (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مظلوم مبلغ، آقائے رحمت، امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کے رویہ اور سلوک میں انتہائی درجہ کی تبدیلیاں آگئیں۔ کہ ہر شخص تُرش رُو ہو گیا۔

اذیتوں کا انبار

پھر کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کوڑا کرکٹ

ڈالا جانے لگا۔ جان بوجھ کر کانٹے بچھائے جانے لگے جس سے پاؤں مبارک زخمی ہو جاتے شعبِ دوسرا کے دروازے پر عفونت وگندگی پھینکی جانے لگی تاکہ صحت خراب ہو جائے ہر طرف سے آوازیں کسی جانے لگیں مذاق اڑایا جانے لگا۔ مگر قربان جایئے ایسے نبیؐ رحمت پر کہ اتنی تکالیف کے باوجود بھی آپ صرف اتنا فرماتے "فرزندانِ عبد مناف ہمسائیگی کا حق خوب ادا کرتے ہیں"

خانہ کعبہ میں جب آپ خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے تو رسی آپ کے گلے میں ڈال کر کھینچا جاتا، کبھی کپڑا ڈال کر گلا گھونٹ دیا جاتا، کبھی سجدہ کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھ رکھدی جاتی۔ جس سے مارے بوجھ کے آپ دب جاتے مگر کبھی لب پر حرفِ شکایت نہ آتا۔

ایک مرتبہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول جنگ اُحد (کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے تھے) کے جتنی تکلیف بھی کبھی آپ کو آئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے عائشہ طائف میں میرے ساتھ جو سلوک کیا گیا میری زندگی کا وہ ایسا غم انگیز سانحہ ہے کہ اس کی تکلیف مجھے آج بھی محسوس ہوتی ہے۔

سامعین کرام غور کیجئے کہ ساری زندگی اللہ کے نبی کی تکالیف

ہی میں گذر گئی پھر بھی آپ نے سب کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اے عائشہ طائف والوں کی بدسلوکی کی تکلیف مجھے آج بھی محسوس ہوتی ہے۔

طائف کا دردناک انگیز تذکرہ

میرے آقا و مولیٰ، تاجدارِ عرب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کی سرزمین سے مایوس ہو کر طائف کی طرف رخ کیا یہ سوچ کر ممکن ہیکہ وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں۔ مگر افسوس صد افسوس یہاں رحمۃ للعالمین کے ساتھ وہ بہیمانہ درندگی کا سلوک ہوا جسے اللہ کے نبی زندگی بھر بھلا نہ سکے۔

چنانچہ ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ	کہ مجھے سب سے زیادہ اذیت اسوقت پہنچی
الطَّائِفِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى	جسدن میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل
ابْنِ عَبْدِ يَالَيْلُ	کے بیٹے پر پیش کیا۔

یعنی میں نے اسے دعوت الی اللہ دی اور اس نے میرے ساتھ ناقابل بیان بہیمانہ سلوک کیا اور مجھ پر سب و شتم کی بوچھار کرڈالی۔

تاریخ میں ان بدقسمت لوگوں کا تذکرہ بہت تفصیل سے ملتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے کہ عبد یالیل، مسعود، حبیب یہ تین بھائی تھے۔ اور تینوں طائف کے سردار مانے جاتے تھے۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے اور ان کو دعوتِ اسلام دی۔

- ان میں سے ایک ظالم بولا

؎ تجھ جیسوں کو اگر اللہ یوں بے باک کرتا ہے
تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے

کہنے لگا کہ کیا میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوا دوں۔ اگر تجھکو اللہ نے نبی بنایا ہو تو اللہ کے نبی نے اس کا خسیس پن دیکھا اور پھر ایک امید لے کر دوسرے کے پاس گئے۔

- دوسرا بولا۔

؎ کہا اک دوسرے نے واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرے سوا کوئی

کہنے لگا۔ کیا خدا کو تجھ بھکاری کے سوا کوئی اور نہ ملا۔ جسکو رسول بنا دیتا کہ چڑھنے کو تیرے پاس ایک سواری بھی نہیں۔ کسی حاکم یا سردار کو رسول بنایا ہوتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کمینگی سے مایوس ہو کر پھر تیسرے کے پاس تشریف لے گئے۔

؎ ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیسرا بولا
نہایت بانکپن سے سانپ نے اپنا دہن کھولا
اگر میں مان لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری
تو ہے تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری

اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیئے تم سے
مجھے پھر بات ہی کوئی نہ کرنا چاہیئے تم سے

● تیسرا بدبخت بولا۔

اگر تو جھوٹا ہے تو پھر میں تجھ جیسے آدمی سے بات ہی کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تو سچا ہے تو پھر تیری بات سے انکار کرنا کسی طرح بھی خطرہ سے خالی نہیں۔

اے عاشقانِ رسول

یہ تینوں ظالم بے رحم درندے ہی نہیں۔ پورا شہر آپ کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ کچھ اوباش غنڈوں اور بدمعاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو چیل کوّوں کی طرح آپ پر ٹوٹ پڑے۔ حفیظ جالندھری نے کیا ہی عجیب نقشہ کھینچا ہے۔

؎ بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے بارانِ سنگ اس رحمتِ عالم پہ برسانے

انہوں نے خوب جی بھر کے گالیاں دیں، تالیاں بجائیں، آوازیں کسیں، اتنے پتھر مارے، اتنے پتھر مارے کہ آپ بیہوش ہو کر گر گئے

؎ وہ ابرِ رحمت جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے چور ہو گئے پنڈلیوں پر نشانے باندھ باندھ کر گھاؤ کیئے گئے۔ کہ پیارا نبی درد سے کراہ رہا تھا۔ کپڑے لال

ہو گئے۔ جسمِ مبارک سے خون بہہ بہہ کر جوتیوں میں بھر گیا۔

؎ جگہ دیتے تھے جن کو حاملینِ عرش آنکھوں پر
وہ نعلینِ مبارک خاک و خوں میں بھر گئیں یکسر

رفیقِ سفر حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ بذاتِ خود بھی پتھروں کی مار سے لہو لہان ہو چکے تھے لیکن ان کی حالت اتنی غیر نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جوں توں کر کے سڑک سے الگ کر کے پانی کے ایک گڑھے کے کنارے پر لا کر لٹا دیا۔ جوتیاں اتارنی چاہتے تھے کہ وہ خون سے گوند کی طرح تلوے سے ایسی چپک گئیں کہ ان کا چھڑانا دشوار ہو گیا۔

بالآخر جان کر بے جان ان لوگوں نے منہ موڑا
لہو میں اس وجودِ پاک کو لتھڑا ہوا چھوڑا

عشقِ محمدی میں سرشار امتیو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کیا گذری، کہاں کہاں گذری یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی ایک طویل داستان ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کیا چھوڑوں اور کیا بتاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو ایذا رسانی و تکالیف بھرے حالات سے پُر ہے۔

بس اسی لئے میں نے آپ حضرات کے سامنے نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مقدس سے نکلے ہوئے وہ مبارک الفاظ دہرائے تھے جن میں آپ نے فرمایا۔

لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُوْذِیْ اَحَدٌ :-

کہ جس قدر دینی اشاعت کی خاطر اللہ کی راہ میں مجھے ڈرایا اور دھمکا یا گیا۔ اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا۔ اور جتنا اللہ کی راہ میں مجھے ستایا گیا اتنا کسی کو نہیں ستایا گیا۔

میرے بھائیو ـــــ محسنِ انسانیت، پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہمارے لئے عبرت اور نصیحت سے خالی نہیں۔ خاص طور سے جو حضرات دین کی تبلیغ واشاعت کا کام کرتے ہیں ان کے سامنے اس طرح کے حالات آتے ہیں اور نہ جانے کیسے کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جس کو انسان خود ہی سمجھ سکتا ہے۔ مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے یہ حالات ایسے میں ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ جو مصیبت ہم پر آتی ہے وہ کبھی بھی اللہ کے نبی کی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کے برابر نہیں ہو سکتی۔

اور پھر یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارے نبی نے دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے کس طرح صدمے برداشت کیئے ہیں۔ زہے نصیب اگر تھوڑا سا اس دین کی خاطر تکلیف اٹھانے میں ہمارا بھی حصہ ہو جائے کہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوالیں

اعمال تو ہمارے ایسے نہیں ہیں لیکن اللہ کی ذات بڑی غفور رحیم ہے۔ ممکن ہے اسی صدقے میں ہم عاصیوں کی بخشش ہو جائے

اللہ ہمیں قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین
وما توفیقی الا باللہ

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

(اقبال)

Scanned by CamScanner

افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً وانکم الینا لاترجعون ۝

محاسبۂ نفس
اور
فکرِ آخرت

مفکرِ ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ، مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور
خلیفۂ اجل
فقیہ العصر، حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ، ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارن پور
مرتبہ
محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارن پور

کیا بتاؤں اے مسلماں تجھ سے نادانی تیری
نام کو بس رہ گئی ہے اب مسلمانی تیری
تھا کبھی حیراں زمانہ تیری شوکت دیکھ کر
ہو گئی ضرب المثل عالم میں حیرانی تیری

مُحاسبۂ نفس

اور

فکرِ آخرت

الحمد للہ الذی انزل علٰے عبدہ الکتاب ولم یجعل لہٗ عوجاً

ونشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ وصلی اللہ علیہ وعلٰے الہٖ واصحابہٖ اجمعین

امابعد قال اللہ تبارک وتعالٰی فی القرآن المجید

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللہَ اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

قدم سوئے مرقد، نظر سوئے دنیا
کہاں جارہا ہے، کدھر دیکھتا ہے

محترم بزرگو اور دوستو!

میں ہرگز اس قابل تو نہ تھا۔ کہ آپ جیسے اہل علم مبلغین، مفکرین اور معلمین حضرات کے سامنے کچھ واعظانہ کلام کرسکوں۔ اس پر مزید یہ کہ میری طبیعت بھی خراب ہے۔ سینہ بوجھل ہو رہا ہے۔ مگر مجبور ہوں جب دین کا تقاضا آتا ہے تو پھر گُل نہیں لگتی اور چین سے رہا نہیں جاتا۔

اور میرے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے۔ کہ آج ہفتہ واری گشت کا دن ہے۔ جہاں اہل بستی اور دور دراز علاقوں سے دین کی خاطر جمع ہونے والوں کا یہ عظیم مجمع ہے۔ ایسے میں امیر صاحب نے مجھے اہل مجلس کے رُوبرو نفس کا محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ اسی سلسلے میں قرآن حکیم کی ایک آیت تلاوت کی ہے اور اسی کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔

اس آیت مبارکہ میں حق جل مجدہٗ نے ایمان والوں سے خطاب لیا ہے۔ غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ خطاب کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ جو احکم الحاکمین ہے۔ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا، چاند، سورج، ستاروں کو روشنی دینے والا بحر و بر کا مالک ہم سے خطاب کر رہا ہے۔ اور یہ شرف و عزت کی بات ہے۔

فرمایا، اے ایمان والو۔ "اللہ سے ڈرو" اور چاہیئے کہ ہر انسان غور کرے سوچے کہ تو نے آنے والے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اپنی زندگی کا جائزہ لے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ کہ چوبیس گھنٹے میں کتنے اعمال نیک کئے ہیں؟ اور کتنے بُرے؟ اپنی آخرت بگاڑی ہے یا بنائی ہے۔ اس ہولناک دن کی زد سے بچنے کے لئے کیا کیا تیاری کی ہے۔ اپنی زندگی کا گوشوارہ بنائیے۔

زندگی کا گوشوارہ بناؤ

ایک معمولی سے معمولی آدمی بھی حساب لگاتا ہے کہ میری بھینس نے کتنا دودھ دیا ہے۔ اور میں نے اس پر کتنا خرچ کیا ہے (یعنی کتنا گھاس، چوکر ڈالا ہے) مدارس والے بھی گوشوارہ بناتے ہیں۔ سال میں کتنی زکوٰۃ آئی، کتنی امداد آئی، کتنا کھانے پر خرچ ہوا اور کتنا کتابوں پر ـــــ ایک کھوکھا لگانے والا بھی سیل (SELL) جانچتا ہے۔ فیکٹری چلانے والا بھی اپنے نفع و نقصان کو نکالتا ہے، مادّی چیزوں کا تو انسان مضبوطی سے پابندی کے ساتھ گوشوارہ بناتا ہے (اور یہی سبب ہے اس کی ترقی کا) نفع ہو جائے تو بے پناہ خوش ہوتا ہے، اچھلنے لگتا ہے گھاٹا ہو جائے تو انسان تڑپنے لگتا ہے۔ دعائیں کراتا پھرتا ہے تعویذ کراتا ہے، ہزار طرح کے ہتھکنڈے اپناتا ہے۔

پھر ایمان والے نے یہ کیسے سوچ لیا۔ کہ وہ مالک الملک دراس

کا یہ سارا نظام کائنات چپ سادھے بیٹھا ہے کیا وہ ہماری زندگی کا ہمارے اعمال کا گوشوارہ نہیں بنا رہا ہے ——— یقیناً بنا رہا ہے اس لئے قرآن حکیم میں اس نے پہلے ہی اطلاع بھیج دی ہے، فرمایا

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (القرآن) — اور تم پر ہم نے نگراں مقرر کر رکھے ہیں جو تمہارے ہر عمل کو لکھ رہے ہیں اور وہ سب جانتے ہیں جو تم کرتے ہو

دوستو ——— ہماری زندگی کا گوشوارہ بنانے والے اس نے پہلے ہی متعین کر دیئے ہیں جو ہماری ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہیں، قیامت کے دن وہ گوشوارہ اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اور نتیجہ اس کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ مگر افسوس جب نتیجہ کا، خسارے اور ٹوٹے کا پتہ چلے گا تو پھر انسان کچھ نہ کر سکے گا۔ اللہ نے فرمایا

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ — قسم ہے زمانہ کی کہ سارے انسان ٹوٹے میں ہیں

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝ — مگر جس نے نیک اعمال کر لیے۔

اس لئے میرے بھائیو ———

اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور اپنی زندگی کا اپنے اعمال کا گوشوارہ بناؤ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ دین کی فکر کرنے والا، دین کی خاطر قیمتی سے قیمتی اور بڑھ چڑھ کر قربانی دینے والا کون ہوگا۔ مگر پھر بھی اپنے نفس کا محاسبہ وہ سب سے زیادہ کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے اوقات اللہ کے احکام کی پیروی کے لئے تقسیم کر کے رکھتے تھے۔ ہر روز نہیں، بلکہ ہر لمحہ اپنے نفس کو ٹٹولتے رہتے تھے

اور آخرت کے اعتبار سے ان پر بڑی فکر سوار رہتی تھی۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں ان کا بڑا مقام ہے۔ چنانچہ اللہ نے پہلے ہی فرما دیا تھا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ مگر پھر بھی وہ ہر دم نفس کا محاسبہ کرتے رہتے تھے

ایک مرتبہ دیکھا گیا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ اور بہت پریشان۔ راستہ میں اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے، پوچھا کہ اے حنظلہ کیا ہوا حضرت حنظلہؓ نے بڑے غم انگیز لہجہ میں فرمایا۔ کہ اے ابوبکرؓ حنظلہؓ تو منافق ہوگیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سبحان اللہ کیا کہتے ہو کیا ایسا بھی کبھی ہو سکتا ہے۔ حنظلہؓ نے فرمایا۔ کہ میرا عجیب حال ہے جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا ہوں اور وعظ سنتا ہوں تو دل ایک دم ایسا نرم ہو جاتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور گویا کہ جنت و دوزخ سامنے ہوتی ہے لیکن جب گھر میں اہل و عیال کے ساتھ ہوتا ہوں تو وہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور دنیا کے تذکروں میں الجھ کر آخرت کا تذکرہ بھول جاتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات تو میرے ساتھ بھی ہوتی ہے چنانچہ دونوں کے دونوں آقائے رحمت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جا کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ حنظلہ تو منافق

ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہوئی۔ حنظلہ رضؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں، تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن جب خدمتِ اقدس سے چلے جاتے ہیں تو کیفیت بدل جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا کہ میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے مجلس شوریٰ ہو رہی تھی کہ حضرت والا کی تکبیرِ اولیٰ چھوٹ گئی۔ آپ پر ایسا شدید صدمہ اور رنج ہوا۔ کہ طبیعت بیحد ملول ہوئی۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا "مجھے رنج اس لئے ہے کہ آج بیس سال بعد میری تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی۔

دوستو یہ ہے محاسبۂ نفس کہ ہر لمحہ فکر دامن گیر رہتی تھی۔ بیس سال بعد کا اتنا افسوس یہاں تو بیس سال کیا بیس گھنٹے بھی ایسے نہیں گذرتے جس میں تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو جائے۔

ایک بھائی پچاس روپئے کی بکری کرے اور ایک روپیہ کا نقصان ہو جائے۔ تو بھوک نہیں لگتی۔ دم گھٹنے لگتا ہے آخرت کا نقصان نہیں دیکھتا۔ حالانکہ تکلیف دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں

بھی، مگر آخرت کی تکلیف کے مقابلے دنیا کی تکلیف کی کوئی حیثیت نہیں

اس لئے جب ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں گے۔ تو ظاہر ہے نفس کے خلاف چلنا پڑے گا۔ اور نفس کے خلاف کرنے میں مشقتوں کا سامنا ہوگا۔ مگر آخرت کی تکلیف کے مقابلے دنیا کی ان مشقتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور پھر اندازے سے کہیں بڑھ چڑھ کر اُس مزدور کی مزدوری دیدی جائے گی جو اس مالک کی پوری طرح اطاعت کرے۔

اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے کارناموں پر غور کرے۔ کہ کیا اس نے بھلا کیا اور کیا برا کیا۔ کیونکہ انسان خود کو چاہے جتنا چھپالے مگر اللہ کی یہ زمین یہ آسمان، فرشتے، دن اور رات سب گواہی دیدیں گے۔ اور جہاں اتنے گواہ ہوں وہاں انسان کا کون سا عمل چھپا رہ سکتا ہے۔ اور پھر انسان کے اعضاء وجوارح جن سے انسان کو خود اتنا پیار ہے اسکے خلاف گواہی دیں گے۔ چنانچہ زمین کہے گی۔

"اس نے میری پشت پر نماز پڑھی، روزہ رکھا، حج کیا، جہاد کیا" یہ سن کر زاہد، عابد شخص اور اللہ کا فرماں بردار بندہ خوش ہو جائے گا۔ اور نافرمان کے خلاف جب یہ زمین گواہی دے گی تو کہے گی۔

"اس نے میری پشت پر شرک کیا، زنا کیا، شراب پی، اور حرام کھایا" اب اس کے لئے بربادی ہے، ہاتھ کہیں گے ہم سے چوری کرائی گئی۔ زبان کہے گی مجھ سے جھوٹ بلوایا گیا۔ قیامت کے دن

نہ جانے کتنے گواہ آکر کھڑے ہو جائیں گے۔

دوستو اب بتاؤ اگر قیامت کے دن حق جل مجدہٗ نے ان تمام گواہوں کے سامنے سخت باز پرس اور شدید محاسبہ کر لیا تو ہمارا کیا ہو گا۔ اور حال یہ ہے کہ ہم ایسی بے فکری سے زندگی گذار رہے ہیں گویا کہ ہم سے کوئی کچھ پوچھنے والا ہی نہیں۔ میرے بھائیو یاد رکھو پکڑ ہو گی اور بہت سخت ہو گی۔

اسلئے کہا جا رہا ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرو، اعمال کو سنوارو، اخلاص پیدا کرو، نمازوں کو خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرو اور اس بے فکری و غفلت کو بالائے طاق رکھ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت میں وہ ہولناک دن آ کھڑا ہو۔ جس کے بارے میں قرآن نے کہا اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا۔ کہ قیامت کا دن بالکل انصاف کا دن ہے۔ اور دوزخ ہمارے انتظار میں منہ پھیلائے کھڑی ہے۔

دوزخ کا حال اور اس میں جانیوالوں کے نام

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل دوزخ کی آگ اور اس کی حرارت کا حال بتاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ پیدا کی پھر ایک ہزار سال تک دہکایا۔ تو وہ سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار برس تک دہکایا تو وہ سفید ہو گئی۔ پھر ایک ہزار برس تک

دہکایا۔ تو وہ بالکل سیاہ ہو گئی۔ اب وہ اور اس کی لپٹیں اور اسکے شعلے بالکل سیاہ اندھیرا ہے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے اگر دوزخیوں کا کوئی کپڑا زمین والوں کے سامنے آ جائے تو زمین کی ساری مخلوق ہلاک ہو جائے۔

اگر دوزخ کے پینے کی چیزوں میں سے ایک ڈول بھی سارے پانی میں ملا دیا جائے تو جو بھی اسے پئے مر جائے۔

اگر اسکی ایک زنجیر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ فِیْ سِلْسِلَۃٍ ذَرْعُہَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا۔ زنجیر ہے جسکی ناپ ستر گز ہے

اگر اسے دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائیں۔۔۔۔۔

اگر کوئی آدمی دوزخ کی آگ میں داخل ہو کر دنیا میں آ جائے تو تمام زمین والے اس کی بدبو سے مر جائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرئیل (علیہ السلام) دوزخ کے دروازوں کا حال بیان کرو۔ کیا وہ ہمارے دروازے کی طرح ہیں۔ عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی ایسا نہیں۔ بلکہ وہ تہ در تہ ہیں نیچے سے ایک دروازے سے لیکر دوسرے دروازے تک ستر سال کا فاصلہ ہے۔ اور ہر دروازہ پہلے دروازے کے مقابلہ میں ستر گنا گرم ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں میں رہنے والوں کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ سب سے نیچے والے دروازے میں منافقین ہونگے اور اس کا نام ہاویہ ہے۔

دوسرے دروازے میں مشرکین ہوں گے اوراس کانام جحیم ہے۔
تیسرے دروازے میں صابی (بت پرست لوگ) ہونگے۔ اوراسکانام سقرہے
چوتھے دروازے میں ابلیس اوراسکے ہم سفرہوں گے اس کانام لظیٰ ہے۔
پانچوے دروازے میں یہودی ہوں گے اوراس کانام حُطمہ ہے۔
چھٹے دروازے میں عیسائی ہوں گے اوراس کانام سعیر ہے۔

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام رُک گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبرئیل (علیہ السلام) کیا ہوا رک کیوں گئے ساتوے دروازے میں رہنے والوں کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی یہ نہ پوچھئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کے بارے میں بھی بتاؤ۔ میرے بھائیو غور سے سننے کا مقام ہے عرض کیا اللہ کے رسول اس میں آپ کی امت کے وہ لوگ جائیں گے۔ جنہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے اور توبہ کئے بغیر ہی مر گئے۔

محترم بزرگو اور دوستو :۔

ابھی آپ نے سنا کہ ساتواں دروازہ امت کے ان افراد کیلئے ہے جو گناہوں کا شکار ہیں اور انہیں توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی اسی حال میں وہ مرجاتے ہیں۔ آج ہم سب اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ تو پتہ چل جائے گا کہ گناہ ہی گناہ ہیں نیکی نام کو بھی نہیں۔ اس لئے انسان اگر نفس کا محاسبہ نہیں کرے گا اور زندگی کا گوشوارہ نہیں بنائے گا تو پھر گزرا ہے

گناہوں پر ندامت نہ ہوگی۔

شام ہوتے ہی دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کرے۔ صبح ہوتے ہی رات بھر کے اعمال کا محاسبہ کرے کہ کتنے بداعمال کئے اور کتنے کام اللہ کی رضا کے لئے کئے ہیں۔ اور جب ہر روز ایسا کرے گا۔ آخر ندامت ہوگی اور وہ پوری طرح تائب ہوجائے گا۔ لیکن توبہ تو ہر روز اور ہر وقت مانگتے رہنا چاہیئے۔

اس لئے دوستو ابھی وقت غنیمت ہے۔ آج ہی اللہ سے توبہ مانگیں۔ اور رو رو کر اس احکم الحاکمین سے معافی طلب کریں، یقیناً وہ ارحم الراحمین ہے ضرور معاف فرمادے گا۔ حدیث میں آتا ہے اگر رونا نہیں آتا تو رونے جیسی صورت ہی بنالیں۔ اللہ کے سامنے ندامت کا ایک آنسو بھی بیش قیمت موتی ہے۔ ممکن ہے اللہ پاک انہی آنسوؤں کے صدقے ہم گنہگار امتیوں کی مغفرت فرمادے۔

ایک جگہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ ہر امت جس کو اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔ گھٹنوں کے بل گر پڑے گی جب آگ کے قریب پہنچے گی تو اس کا سخت شور اور گرج سنے گی اس کی گرج پانچ سو برس کے سفر سے سنائی دیتی ہے ہر آدمی بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی فرمائیں گے۔ جہنم سے پہاڑوں کی طرح بلند آگ کے شعلے نکلتے ہونگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کو دور کرنے کی کوشش

کرے گی۔ اور کہے گی نمازیوں کے صدقے، صدقہ کرنے والوں کے طفیل، خشوع وخضوع کرنے والوں کا واسطہ، روزہ داروں کے باعث تو واپس چلی جا۔ مگر وہ یہ سب سن کر بھی واپس نہ ہوگی۔

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پکاریں گے۔ کہ آگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف بڑھ رہی ہے اور یہ کہکر فوراً ایک پانی کا پیالہ لائیں گے۔ اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں گے۔ اور عرض کریں گے اے اللہ کے رسول یہ لیجئے اور اس پر چھڑک دیجئے۔

چنانچہ جب اللہ کے نبی اس پانی کو آگ پر ڈالیں گے تو وہ فوراً بجھ جائے گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کریں گے اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ پانی کیسا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے۔ اللہ کے نبی----
یہ آپ کی امت کے گنہ گاروں کے وہ آنسو ہیں جو وہ دنیا میں اللہ کے خوف اور ڈر سے بہاتے رہے ہیں۔ آج مجھے حکم ملا ہے کہ میں یہ پانی آپ کو دوں تاکہ آگ پر چھڑکا دیا جائے اور آگ اللہ کے حکم سے ٹھنڈی ہو جائے

اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ تَبْكِيَانِ	اے اللہ مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو تیرے
مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ	ڈر سے رویا کریں۔ اس سے پہلے کہ آنسو ہی ختم
الدَّمْعُ اَعَيْنَيَّ هَلَّا تَبْكِيَانِ	ہو جائیں۔ اے میری آنکھ تم میرے گناہوں پر
عَلٰى ذَنْبِي يَتَنَاثَرُ عُمُرِي	کیوں نہیں روتیں میری عمر میرے ہاتھ سے
بَيْنَ يَدَيَّ وَلَا اَدْرِي	نکل رہی ہے اور میں سمجھ نہیں رہا۔

محترم بزرگو اور دوستو ان دونوں مفصل حدیثوں سے واضح ہوگیا کہ مومن کے آنسوؤں کی قیمت کیا ہے۔ اسلئے آج ہی نفس کا محاسبہ کریں، زندگی کا گوشوارہ بنائیں۔ اعمال خیر وبد کا انجام سوچیں۔ اور اس ہولناک منظر کی گرفت سے بچنے کے لئے ہی اللہ نے فرمایا ہے۔
یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ، اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں پر رحم کرو۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ، اور اپنے کئے دھرے کارناموں پر نظر ثانی کرو۔ کہیں یہ خوش فہمی تمہیں لے نہ ڈوبے۔

اسلئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے، عبادتوں میں اخلاص پیدا کرے، اس کے امتحان پر صبر کرے، اسکی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرے۔ جو وہ دے اس پر قناعت کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب گنہگاروں کو اپنے فضل سے معاف فرماکر اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے آمین

وما علینا الا البلاغ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

حقیقی کامرانی

مفکرِ ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

انوار سے کھینچی جاتی ہے سینوں میں اتاری جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد۔ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

؎ خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

محترم بزرگان دین گرامی قدر حاضرین مجلس اور عزیز ساتھیو
حق تعالیٰ شانہ کا یہ بڑا ہی فضل اور احسان ہے کہ اس نے محض اپنے لطف و کرم سے اپنے پاک گھر میں اپنے ذکر کے لئے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی، جن لوگوں کو اللہ کے ذکر کی سعادت نصیب ہو جائے، ان پر تو

خدا کی خصوصی رحمت ہوتی ہے نیز یہ اللہ کا ذکر، یہ دین کی باتیں، سننا سنانا اللہ کی بڑی نعمت ہیں۔

ہم تو بس دنیوی نعمتوں کو نعمت سمجھتے ہیں۔ کسی کے پاس جائداد ہو، مال ہو، اولاد ہو، سونے چاندی کے ڈھیر ہوں حکومت کا کوئی عہدہ ہو، یا سیاست میں اس کا کوئی حصہ ہو۔

حالانکہ خالق السمٰوٰت والارض نے ہمیں ایسی ایسی بیش بہا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا ذرا غور کریں تو واضح ہو جائے گا کہ خود ہمارے وجود میں اللہ نے کتنی بڑی بڑی نعمتیں رکھی ہیں مگر بھول کر بھی کبھی ہمارا اس طرف ذہن نہیں جاتا اگر کبھی اعضائے جسمانی میں سے کوئی عضو فوت ہو جائے تو اس نعمت کی تضیع کا افسوس اور شدید احساس قلب میں ہوتا ہے اور اس فوت شدہ نعمت کی قدر و قیمت کے اندازے کو بیان میں نہیں لایا جا سکتا۔

نعمت کی قدر و قیمت کا احساس

ایک مرتبہ ایک فقیر اللہ والے کے پاس پہونچا اور دستِ سوال دراز کیا اور زبان قال سے یوں گویا ہوا، حضرت میں محتاج ہوں، فقیر ہوں، مہربانی کر کے مجھے کچھ عطا فرمایئے، اس عارف باللہ بزرگ نے کہا مجھے تعجب ہے تم لکھ پتی، کروڑ پتی شخص ہو پھر بھی بھیک مانگتے ہو شرم نہیں آتی، سائل تعجب خیز نظروں سے اس عمر رسیدہ بزرگ کو دیکھتے ہوئے عرض کرنے لگا۔ حضرت میں کہاں

کا کروڑ پتی اور لکھ پتی، میری جیب میں چند ٹکے بھی نہیں۔ حضرت نے فرمایا، اچھا جس زبان سے تم اپنے دل کی ترجمانی کر رہے ہو، اور جس زبان کے ذریعہ اپنی مسکنت کا اظہار کر رہے ہو، بتاؤ؟ تم اس ذرا سی بوٹی کی کیا قیمت لیتے ہو۔ میں اس کے دس ہزار روپئے دینے کے لئے تیار ہوں یہ زبان کاٹ کر مجھے دیدو۔ وہ سائل ششدر رہ گیا۔ کہ بھلا کوئی اپنی زبان بھی بیچ سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اچھا تمہارے پاس ڈو ڈو ہاتھ ہیں ایک ہاتھ کاٹ کر مجھے دیدو۔ بولو کیا قیمت لیتے ہو، سائل نے عرض کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔

بزرگ نے پھر فرمایا تمہارے پاس دیکھنے کے لئے ڈو ڈو آنکھیں ہیں ایک آنکھ کی قیمت لے لو، مگر سائل نفی ہی میں سر ہلاتا رہا آخر کار بزرگ نے اور بھی اعضا و جوارح کو شمار کرایا اور ظاہر کیا کہ انسان کا ہر ہر عضو خدا کی ایسی بیش قیمت نعمت ہے جس کا بدل ساری دنیا اور دنیا کا تمام مال و دولت بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ کی یہ نعمتیں دنیا کے بازاروں اور فیکٹریوں میں نہیں بکتیں

آپ اندازہ لگائیں۔ اگر دل میں خرابی پیدا ہو جائے تو آج کے ٹیکنالوجی (TECHNOLOGY) دور میں اس کے آپریشن (OPERATION) کی قیمت کم سے کم ایک لاکھ روپئے ہے۔ اور جب اللہ کی ایک ذرا سی نعمت (دل) کے آپریشن کی قیمت ایک لاکھ ہے۔ تو وہ دل کتنا قیمتی ہوگا۔ بزرگ نے فرمایا کہ اتنی بیش قیمت نعمتیں ساتھ لئے پھرتے ہو پھر بھی خود کو

فقیر کہتے ہو۔ آنکھوں میں دیکھنے کا خزانہ، کانوں میں سماعت (سننے) کا خزانہ قلب و دماغ میں سوچنے کا خزانہ، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس خالقِ کائنات نے انسان کو سرتا پا نعمت بنایا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا ممکن نہیں

میرے بھائیو ـــــ پھر بھی اللہ کے بے شمار احسانات اور نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دین ہے، ایمان کی دولت عظمیٰ ہے اور ایمان سے بڑھکر کوئی دولت نہیں۔

جو آیتِ شریفہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں حق تعالیٰ نے اس کو بالتفصیل واضح انداز میں بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی کامیابی اور ناکامی کے اہم مضمون پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

حاملینِ قرآن ـــــ ایک تو کامیابی اور ناکامی کے معیار میرے اور آپ کے ہیں:۔ اور ایک معیار اللہ کا ہے۔ ہم نے کچھ اندازے مقرر کر رکھے ہیں کامیابی اور ناکامی کے ـــ اگر کسی کے پاس خوب دولت ہو، رہنے کے لئے فلک بوس عمارتیں ہوں، سفر کے لئے تیز رفتار گاڑیاں ہوں، کھانے کے لئے نفیس اور چنیدہ غذائیں ہوں۔ عوام الناس اُس کو سلام کرتے ہوں علاقہ میں اس کا دبدبہ ہو، اور بڑی بڑی فیکٹریوں کا مالک ہو، تو لوگ اسکی تعریفات کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ انسان بہت کامیاب ہے۔ اسکے برخلاف اگر کسی غریب کے پاس سر چھپانے کے لئے صرف جھونپڑی ہو، سادی سی پوشاک ہو، نفیس غذائیں نہ ہوں، اور کوئی احتراماً اسکو سلام

بھی نہ کرتا ہو۔ تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص بڑے خسارے اور نقصان میں ہے اور زندگی گذارنے کے اعتبار سے ناکام ہے۔ (حالانکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غریب شخص ہلکا ہے یعنی قیامت کے دن حساب مشکل نہ ہوگا اور جلد بری ہو جائے گا)

میرے ایمانی بھائیو:۔ میرا اور آپ کا اس بات پر ایمان ہے کہ خداوند جس کو کامیاب کہہ دے وہ کامیاب۔ اور جس کو ناکام کہہ دے وہ ناکام ہے۔ اب چاہے کائنات کے سارے عقلا، وزرا، اس کو کامیاب کہتے رہیں۔ وہ انجام کے اعتبار سے ناکام ہی ہے۔

میں نے جو سورۂ عصر تلاوت کی اس میں حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ زمانہ کی قسم سارے انسان خسارے اور ٹوٹے میں ہیں، مفسرینِ قرآن نے اس سورۃ میں زمانہ کی قسم کھانے کا مطلب یوں تحریر فرمایا ہے کہ یہ سارا زمانہ انسان کے اعمال و اخلاق پر گواہ ہے۔ اور روزِ حشر حق تعالیٰ کے حضور شاہد ہوگا اس لئے اللہ نے زمانہ کی قسم کھائی ہے۔

چار سرکاری گواہ

انسان جو بھی کچھ عمل کرتا ہے اچھا عمل کرے، یا بُرا عمل کرے۔ اس پر چار سرکاری گواہ بن جاتے ہیں۔ جنکو جھٹلایا جانا ممکن نہیں ہے۔

● سب سے پہلا گواہ زمین ہے، انسان نے زمین کے جس حصہ پر سجدہ

کیا اللہ اللہ کی۔ وہ حصہ ارض بروز قیامت گواہی دے گا۔ قرآن کی تصدیق ہے

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا — زمین جس دن اپنی خبریں بیان کرے گی۔

انسان نے جس جگہ بیٹھ کر تاش کھیلا، جوا کھیلا، زنا کیا، قتل کیا، وہ حصہ بھی قیامت کے دن گواہی دے گا۔ حالانکہ یہ زمین انسانی پتلے کی ماں ہے۔ کیونکہ انسان مٹی سے بنا ہے۔

● دوسرا گواہ کراماً کاتبین ہیں جو انسان کے شانوں پر مقرر ہیں اور اس کے اعمال کی نگرانی کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں چنانچہ قرآن پاک نے اس کی تصدیق اس طرح کی ہے۔

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ — کراماً کاتبین انسان کے اعمال ناموں کی رپورٹ قلم بند کرتے رہتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا — کہ ہم ہر حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں۔

● تیسرا گواہ انسان کے اعمال نامے ہیں

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ — اور جس دن اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن ایک ہوا چلے گی اور اعمال نامے تمام انسانوں کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اس وقت انسان حیرت سے کہے گا

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا۔ — میرے اعمال نامے کو کیا ہو گیا ہے اسمیں کوئی بات اور کوئی ذراسی حرکت بھی نہیں چھوڑی جو میں نے بطور مذاق یا محض دل لگی کیلئے کہی تھی وہ بھی اسمیں لکھی؟

چوتھا گواہ انسان کا خود اس کا بدن ہوگا، یہ بدن بھی بروزِ قیامت گواہی دے گا۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ — آج ہم مہر لگا دیں گے انکے منہ پر اور ہم سے بات کریں گے انکے ہاتھ اور گواہی دیں گے انکے پیر انکے ان کارناموں کی جو انہوں نے کئے

اسی طرح کائنات کی ہر شئے گواہ ہوگی

اس سورۃ میں اللہ نے زمانہ کی قسم اسی لئے کھائی ہے۔ کہ قسم ہے زمانہ کی سارے انسان ٹوٹے اور خسارے میں ہیں۔ یہاں آیت میں اللہ نے الانسان فرمایا۔ اور انسان پر الف لام استغراقی مانا گیا ہے اس اعتبار سے سارے انسان مراد ہیں، اب کوئی عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا ——— ہندوستان کا ہو یا پاکستان کا۔ افریقہ کا ہو یا امریکہ کا۔ کالا ہو یا گورا، عالم ہو یا جاہل، امیر ہو یا غریب ——— یہاں اللہ نے سارے انسانوں کی کامیابی کی نفی کی ہے

اور وہ لوگ کان کھول کر سن لیں جنہیں دولت میں کامیابی نظر آتی ہے، وہ لوگ بھی غور سے سنیں، جنہیں حکومت کے عہدوں میں کامیابی نظر آتی ہے اس میں وہ لوگ بھی دھیان دیں جنہیں جائداد کی کثرت اور سونے چاندی کے سکوں کی چمک دمک نے رجھا رکھا ہے۔ اور مرغوب اشیاء کی زینت نے ان کے ہوش چھین لئے ہیں۔

یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن کریم کی یہ تلاوت شدہ آیتیں چودہ

سو برس سے پکار پکار کر ہر شخص کو کہہ رہی ہیں سب ناکام ہیں ٹوٹے میں ہیں خسارے میں ہیں

کامیابی کا مدار اعمالِ صالحہ پر

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ یہ کامیابی کا مدار ہے کہ انسان کلمہ پڑھنے کے بعد وہ کام کرے جو آقائے مدنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود کر کے امت کو دکھائے اور ان کے کرنے کا حکم دیا۔ اسی طریقہ کا نام اعمالِ صالحات ہے۔ ایمانیات بھی اس میں شامل عبادات، معاشرات، معاملات اور اخلاقیات بھی اس کا محور ہیں۔

ایمان تو بنیاد ہے انسانیت کی، اعمال کی، عقلمندی و دانائی کی، ایمان فرق ہے انسان اور جانور کا (اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔ سورۃ اعراف آیت ۱۷۹)۔ ایمان کی اساس ہی عقیدہ پر منحصر ہے۔ کہ اس ذاتِ واجب الوجود کو ذات و صفات میں اکیلا و یکتا مانے، نفع و ضرر، موت و حیات، صحت و بیماری سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہتا ہے بیٹی دیتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹا عطاء فرماتا ہے۔

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ	جسکو چاہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسکو چاہے بیٹے اور
یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ۔ اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا	جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیوں کے جوڑے عطا کرتا ہے
وَّاِنَاثًا وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا	اور جب چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے (یہ سب
سورۃ شوریٰ آیت ۴۹ " ۵۰ "	مرضیٔ مولیٰ پر موقوف ہے۔

انسان زندگی بھر نماز پڑھتا رہے، روزے رکھتا رہے، اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی دیتا رہے اگر اس کی ایمانی اساس اور عقیدہ ہی درست نہیں، تو تمام اعمال بے سود ہیں ان پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا، شرطِ اعمال کی اتباعِ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دنیا و آخرت کی گارنٹیڈ (GUARANTED) کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ انسان خود کو شریعتِ محمدیؐ کے حوالہ کر دے۔ اور جو اس پر عمل پیرا ہوا خدا نے اس کے لئے آسمان سے خیر و برکت کے دہانے کھول دیئے۔ چولہا نہ ہوتے ہوئے، لکڑی نہ ہوتے ہوئے، غلہ نہ ہوتے ہوئے بھی مسلسل دونوں وقت اللہ کھانے کے پکوان مہیا فرماتے رہے۔ چشمہ نہ ہوتے ہوئے بھی ٹھنڈا پانی مہیا فرماتے رہے، چھت نہ ہوتے ہوئے بھی بادل سایہ فگن ہوتا رہا، سخت سردی میں کپڑا نہ ہوتے ہوئے بھی گرماہٹ کا انتظام اژدھا کے پھنکارے سے کراتے رہے۔ تنہائی ہوتے ہوئے بھی گفتگو کرنے والے آموجود ہوتے رہے۔ سواری نہ ہوتے ہوئے بھی دنوں کا سفر منٹوں میں طے ہوتا رہا۔ پانی کا سمندر ہوتے ہوئے بھی راستہ ملتا رہا۔

دوستو یہ صرف میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ بلکہ یہ ان واقعات و مشاہدات کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہمارے اسلاف کے ساتھ خدائی تعاون ہو چکا ہے، من کان للہ کان اللہ لہ،، اور یہ عین مصداق ہے اس آیت کا جسکو اللہ نے اپنی پاک کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ وہ اسباب کا محتاج نہیں بلکہ ہر چیز کی الٹ پلٹ پر پوری طرح قادر ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ انسان نافرمانی پر

مبتلا ہے اللہ کا گنہگار بڑا ہوا ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ چودہ سو برس سے قرآن پکار رہا ہے، متنبہ کر رہا ہے۔ پھر بھی یہ انسان دنیاوی عارضی شہوات و لذات اور طمع و حرص کی پٹی آنکھوں پر باندھے بیٹھا ہے حالانکہ انجام کے اعتبار سے ناکامی ہے اور تباہی ہے

عبرت آموز واقعہ

مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایک عجیب و غریب نصیحت آمیز واقعہ بیان فرمایا۔ اور اس کا نتیجہ نکالا ہے کہ ایک روز سلطان محمود غزنویؒ مزدور جیسی سادی سی پوشاک بدل کر قلعہ سے نکلے۔ بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ اکثر و بیشتر عامیانہ لباس پہن کر شہر کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے تاکہ رعایا کے حالات کا علم ہوتا رہے کہ کہیں کسی پر ظلم تو نہیں ہو رہا ہے۔

چنانچہ ایک رات سلطان السلطنت محمود غزنوی ایک مقام پر پہونچے تو دیکھا کہ پانچ چور بیٹھے آپس میں مشورہ کر رہے ہیں، شاہ نے ان کی ہیئت دیکھکر بھانپ لیا اور خراماں خراماں ان کے پاس جا پہونچے، ان پانچ چوروں نے اس شخص (شاہ) کو قریب آتے دیکھ کر سوال کیا کہ اے اجنبی تم کون ہو۔ سلطان نے دانائی سے جواب دیا۔ کہ میں بھی تم ہی میں سے ہوں، چوروں نے گمان کیا کہ یہ بھی چور ہی ہوگا، چنانچہ کہنے لگے بیٹھ جاؤ۔ اور ہمارے ساتھ تم بھی شریک رہو۔ پانچ سے چھ بھلے۔ ایک چور کہنے لگا کہ کام تقسیم کر لو۔ جو جس فن میں مہارت رکھتا ہو وہ اپنی صلاحیت بتا کر ذمہ داری اپنے سر لے لے

- ایک بولا میرے ناک میں یہ تاثیر ہے کہ میں سونگھ کر یہ بتا دیتا ہوں خزانہ کہاں ہے۔
- دوسرا بولا میرے بازوؤں میں یہ طاقت ہے کہ کتنی ہی مضبوط دیوار کیوں نہ ہو، میں نقب لگا دیتا ہوں۔
- تیسرا بولا میری آنکھوں میں یہ صلاحیت ہے۔ جسکو رات کے اندھیرے میں دیکھ لیتا ہوں دن کے اجالے میں اسے پہچان لیتا ہوں۔
- چوتھا بولا میرے کانوں میں یہ استعداد ہے کہ کتے کے بھونکنے کی آواز سنکر یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔
- پانچواں بولا۔ چاہے کتنی ہی بلند عمارت کیوں نہ ہو میں اس پر کمند پھینک دیتا ہوں۔

پانچوں چور اپنی اپنی صلاحیتیں بتانے کے بعد سلطان سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے اے اجنبی ساتھی تم بھی اپنی صلاحیت کا اظہار کرو تاکہ اسی کے مطابق ذمہ داری تمہیں بھی سونپ دی جائے

- سلطان السلاطین محمود غزنوی نے رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میری ڈاڑھی میں یہ کمال ہے کہ جب میں رحمِ خسروانہ سے اسے ہلا دیتا ہوں۔ تو مجرم کی جان بخشی ہو جاتی ہے"

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی
روز محنت ہا خلاصِ ما توئی

پانچوں چور یک زبان ہو کر یوں اٹھے۔ کہ بس ہمارے سردار تو آپ ہی ہیں۔ چوری کا کام تو ہماری صلاحیتوں سے مکمل ہو جائے گا۔ لیکن اگر ہم پھنس گئے تو چھڑانے کا فن آپ کے پاس ہے۔

چنانچہ چوری کے مقام اور جگہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی مختلف آراء کے بعد یہ طے پایا کہ آج بادشاہ کے خزانہ پر ڈاکہ ڈالا جائے۔ بار بار چوری کرنے سے بہتر ہے ایک بار ڈھنگ سے کرلی جائے تاکہ خوب مال ہاتھ آئے اور عرصہ دراز تک آرام سے بسر کرسکیں۔ آج چوری کی تمام تر صلاحیتیں بھی مجتمع ہیں۔ اور انجام بد سے بے فکری بھی۔

راہ میں چلتے چلتے ایک کتا بھونکا، کتے کی آواز شناخت کرنے والے سے کہا گیا بولو کتا کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا۔ کتا یہ کہہ رہا ہے بادشاہ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ یہ سننے اور جاننے کے بعد بھی چلتے رہے کسی ساتھی پر کوئی خوف و دہشت سوار نہ ہوئی۔ اور خزانہ کی حرص و طمع نے انکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور سنی بات اَن سنی کردی۔ جیسے ہمارے قلوب کا حال ہے کہ دل دنیا کی مصنوعی چمک دمک سے ایسے مانوس ہوگئے ہیں مادّیات کے حصول اور ان کی لذتوں میں ایسے مست ہوگئے ہیں کہ آج قرآن واحادیث کی تفاسیر و مطالب اور رونگٹے کھڑے کردینے والے قبر و حشر کے تذکرے بھی ہمارے لئے کچھ معنی نہیں رکھتے۔

بہرحال چوروں کی یہ جماعت رواں دواں محل کے قریب پہونچی تو کمند پھینکنے والے نے کمند پھینکی، ناک سے سونگھ کر بتانے والے نے خزانے

کا پتہ بتایا، نقب زنی کرنیوالے نے نقب لگائی، الغرض مال لوٹ کر واپس مقررہ مقام پر پہنچ کر تقسیم کی اور اپنے گھروں کو رخصت ہوگئے۔ بادشاہ نے بڑی چوکسی سے ہر ایک کے پتے ٹھکانہ کو بغور جانچ لیا اور واپس محل تشریف لاکر حفاظتی دستوں (POLICE) کو حکم دیا کہ فلاں فلاں مقام سے فلاں فلاں شخص کو گرفتار کرکے دربار میں حاضر کرو۔ چنانچہ موقع پر سرکاری دستوں نے جا دبوچا۔ اور شاہ کے روبرو لا کھڑا کیا۔ اس حال میں کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئیں پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئیں مشکیں کسی ہوئیں۔ اور بہت ذلت کے ساتھ درباریوں کے بیچ کھڑے رہے بادشاہ نے جلاّد سے مخاطب ہو کر یوں کہا۔ یہ پانچ آدمی وہ ہیں جنہوں نے رات شاہی خزانہ لوٹا ہے اور میں خود اس پر گواہ ہوں۔ جرح کی ضرورت نہیں۔ اسلئے ان کو پھانسی دیدو۔ جلاّد نے یہ روح فرسا پیغام انہیں جا سنایا۔ کہ شاہی خزانہ لوٹنے کے سبب بادشاہ نے تمہارے لئے پھانسی کا حکم جاری کیا ہے، جب انہوں نے یہ سنا، تو حواس باختہ ہوگئے کلیجے منہ کو آنے لگے، چہرے فق پڑ گئے۔ کاٹو تو خون نہیں ــــــ ایک ان میں سے بولا کہ پھانسی تو ہمارے لئے طے ہی ہوگئی۔ مگر ہم سلطان سے قدرے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ مرنے والے کی آخری خواہش کی تکمیل کے طور پر تمنا پوری کی گئی۔ چنانچہ جب ان کو لایا گیا، تو ایک ان میں کا ہنس رہا تھا۔ اور باقی چار غمزدہ تھے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تیری موت قریب ہے اور لبوں پر مسکراہٹ چہ معنی دارد؟ کہنے لگا۔ اے سلطان رات کو دیکھ کر دن میں پہچاننے والی میری آنکھ نے آپ کو پہچان لیا ہے، یقیناً آپ وہی ہیں جو رات

ہمارے ساتھ تھے۔

بس پھر کیا تھا پانچوں کے پانچوں دست بستہ شاہ سے عرض کرنے لگے۔ اے بادشاہ بے شک ہم مجرم ہیں مگر رات آپ نے فرمایا تھا کہ میری ڈاڑھی میں یہ کمال ہے اگر میں رحم خسروانہ سے اسے ہلادوں تو مجرم کی جان بخشی ہو جاتی ہے، بس اے بادشاہ ہم پانچوں اپنا اپنا کام کر چکے ہیں۔ اب آپ کا کام باقی ہے، لِلّٰہ ہم پر رحم کیجئے، ہماری جان کو بنی ہے اور بس جلد اپنے کمال کا مظاہرہ فرمادیجئے۔

بادشاہ نے کہا او نادانو ـــــ تم جن چیزوں کو کمال سمجھ رہے تھے لوٹنا، نقب لگانا، جانور کی زبان کو سمجھنا، سونگھ کر خزانہ کا پتہ معلوم کر لینا اس کمال کا انجام تمہارے سامنے ہے کہ تم پر آج ذلت سوار ہے۔ اور تم موت کے منہ میں ہو۔ بس ایک آنکھ تھی جس نے ہمیں پہچان لیا۔ اس آنکھ کی معرفت کی وجہ سے جاؤ ہم تمہیں رہا کر رہے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس سے نتیجہ نکالا ہے۔ جو آنکھ دنیا میں خدا کی معرفت حاصل کرے گی وہ آنکھ تو عذابِ الٰہی سے بچ سکے گی۔ لیکن جو لوگ بڑی بڑی ڈگریوں کے حصول ہی کو کمال تصور کر رہے ہیں، مال و دولت کی لوٹ کھسوٹ (کسب حرام، کم تولنا، جھوٹ بولنا) کو کامیابی سمجھ رہے ہیں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جانا ہی کمال کا انحصار خیال کئے بیٹھے ہیں یہ سب دھوکہ ہے۔ جس قلب و نگاہ نے رب حقیقی کو پہچان لیا۔ نفسانی خواہشات کو سنتِ رسول کیلئے قربان کر دیا وہی اصل کامیاب ہے۔

خطیبؔ کا پیغام عقلائے امّتؔ کے نام

احسان ہے اس پروردگار کا جس نے ہر بات کھول کھول کر بیان فرما دی یہ گمراہ قوم کفار و مشرکین جو اللہ کو ذات و صفات میں یکتا و اکیلا نہیں مانتے اور اسکی معرفت کو حاصل کرنیکی فکر نہیں کرتے مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر اعتماد نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ جو مر گیا وہ گل سڑ گیا۔ مٹی ہونے کے بعد زندہ کیسے ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے عقیدہ کا یہ الجھ بیچ سمجھ میں نہیں آتا ـــ اور آج مجھے بیحد افسوس امت کے ان نونہالوں پر بھی ہوتا ہے جو بے دینی، جہالت اور لاعلمی کے سبب خود اس مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔

لہٰذا میں ان تمام منکرین بعث بعد الموت کو، سائنس دانوں اور عقلمندوں کو، قرآن و حدیث کے واسطے سے، علم نبوی کی روشنی میں یہ پیغام پہنچا دینا چاہتا ہوں کہ انسان کو خدا تک پہنچنے کیلئے بڑے بڑے علوم کی ضرورت نہیں، یا عقل سے بالا دلائل کی حاجت نہیں بلکہ وہ (منکرین بعث بعد الموت) خود اپنے وجود میں غور کریں، کہ یہ مٹی کا پتلا اس وسیع و عریض کائنات میں آنے سے قبل ماں کے پیٹ میں چار انگل کا انسان تھا، اس سے پہلے یہ انسان پانی کے دو گندے قطروں میں تھا، اور قطروں میں آنے سے قبل غذا کے اندر تھا (اور غذا و خوراک کھانے سے ہی منی بنتی ہے) اور غذا میں آنے سے پہلے زمین کے مختلف حصوں میں تھا۔ (گویا کہ پورے عالم میں بکھرا پڑا تھا) ہواؤں کے جھونکوں میں یہ انسان تھا چاند کی چاندنی میں یہ انسان تھا، سورج کی شعاؤں اور بادلوں کی گرج میں یہ

Scanned by CamScanner

انسان تھا۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

ساری کائنات اللہ نے انسان کیلئے بنائی۔ اور کائنات کی ہر شے اسکو اپنا تعاون غذا کی صورت میں دے رہی ہے۔ بادل پانی برسا رہا ہے، چاند اور سورج کھیتوں کو پکا رہے ہیں۔ ہوائیں سرسبزی و شادابی کی فضا ہموار کر رہی ہیں زمین غلہ اگا رہی ہے اور اپنے اندر سے سونے چاندی کی کانیں نکال رہی ہے ——

تو وہ خدا جس نے تجھکو کروڑوں ذرات سے نکال کر، ہواؤں سے چھڑا کر، بادلوں سے نچوڑ کر، سمندروں سے کھینچ کر، غلوں سے چن کر غرضیکہ کائنات کی بے شمار مخلوقات سے سمیٹ کر تجھے ایک حسین معصوم صورت (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ) دیکر پیدا کر دیا۔ تو کیا وہ تجھکو پھر پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے۔ (بنسبت بارِ اول کے)

اے اخوان المسلمین ذرا سوچو، غور کرو، اس رحیم کریم ذات کی نافرمانی اتنی نعمتوں اور احسانات کے ہوتے ہوئے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ کہیں یہ کفرانِ نعمت ہماری تباہی کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ اللہ نے قرآن حکیم میں بڑی سختی سے الفاظ ارشاد فرمائے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو میں اور بڑھا دونگا
وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ لیکن اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھنا میرا عذاب بہت سخت ہے۔

قرآن کریم کی جو آیتیں میں نے تلاوت کیں۔ ان کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ انسان کا عقیدہ صرف اللہ کی ذات سے وابستہ ہو، کامیابی اور ناکامی کا مدار صرف اعمال صالحہ ہیں اور اعمالِ صالحہ نبی کریم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مبارک طریقہ ہے۔ جس پر چل کر بے راہ لوگ راہ پر آگئے۔ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر وہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اس لئے میرے دوستو!

سوچ، اور غور و فکر تو انسان کی پونجی اور کمالِ معرفت کا خزانہ ہے بشرطیکہ اس کو کام میں لائے۔ یہ مٹی کا پتلہ نور اور آگ کے پتلوں کو غلام بنا سکتا ہے۔ بشرطیکہ خلیفۂ حقیقی کا یقینی تصور پیش کر دے۔

بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ رب العالمین ہم گنہگاروں کو معاف فرما کر نعمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے اور بروز حشر ذلت و رسوائی سے بچا کر اپنی رحمت کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝

طول الامل اور عمر رفتہ

مفکر ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

اور
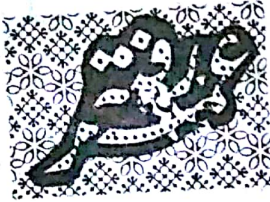
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
اما بعد:۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اخذ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنکبی فقال "کُنْ
فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ" (رواہ البخاری)

الٰہی! پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا
حیاتِ جاوداں میری، نہ مرگِ ناگہاں میری
مرا رونا نہیں، رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں، خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری
(اقبال)

قابلِ احترام مصلیانِ جامع مسجد اور میرے عزیزو!

آقائے مدنی، سرورِ عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث حمد وصلوٰۃ کے بعد پڑھی ہے۔ اس حدیث میں اللہ کے نبی نے ہمارے ایک بڑے ہی اہم مرض کا علاج تجویز کیا ہے۔ جو آج ہماری رگ و پے میں پیوست ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر انسان بڑے بڑے منصوبے اور لمبی لمبی امیدیں اپنے سینے میں لئے ہوئے ہے، اور وہ اپنے سارے منصوبوں اور ساری امیدوں کے پورا ہونے کا ایسے یقین کئے ہوئے ہے۔ گویا بلا ان کی تکمیل ہوئے یہ موت کی نیند نہیں سوئے گا۔

یاد رکھو میرے ساتھیو۔ کہ جو انسان اس دنیا میں بڑے بڑے منصوبے بنائے گا اور لمبی لمبی امیدیں باندھے گا۔ ظاہر بات ہے کہ وہ دنیا میں اس طرح پھنستا چلا جائے گا۔ اور ایسا منہمک ہو جائے گا۔ کہ پھر اسے آخرت یاد نہیں رہے گی۔

اسلئے آقائے رحمت، سرورِ کائنات، تاجدارِ مدینہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں اس مرض کا علاج بتلایا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی یوں فرماتے ہیں۔ کہ آقائے مدنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھے پکڑے اور فرمایا "کہ تم دنیا میں اس طرح رہو جسطرح **کوئی مسافر رہتا ہے یا کوئی راہ گذر**" یعنی اے ابن عمر تم دنیا میں اس

طرح زندگی گذارو۔ جس طرح مسافر وقت بتایا کرتا ہے کیونکہ جب انسان لمبی لمبی امیدیں باندھ لیتا ہے۔ تو پھر وہ ان کے جال میں اس طرح پھنستا چلا جاتا ہے۔ اور اس دنیا کی بھول بھلیاں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ پھر اسے نکلنے کی راہ نہیں ملتی۔ اور اس کی ساری عمر دنیاوی مشاغل کی ادھیڑ بن میں ایسی مصروف ہو جاتی ہے کہ وہ سماج و معاشرہ میں رہتے ہوئے بھی اللہ اور اس کے رسول کی فکر تو کیا اپنوں سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ایسا آدمی اللہ سے ناطہ توڑ کر لوگوں سے بھی تعلقات بنا کر رکھنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے لین دین میں پس و پیش ہوتی ہے۔ کہیں وہ سود کھانے لگتا ہے تو کہیں رشوت لینے پر وہ مجبور ہو جاتا ہے۔ کہیں پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے وہ دور رہتا ہے تو کہیں والدین و اولاد کے صحیح حقوق کی ادائے گی سے بھی وہ محروم ہو جاتا ہے۔ اگر اسے سمجھانے کی بات کی جائے تو وہ ناصح کو خار سمجھتا ہے اگر سرکشی اور نافرمانی اس نے اپنا شیوہ بنا لیا ہو تو بڑی آسانی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اسے تو کسی نے کچھ کروا دیا ہے۔

دوستو ــــ یہ ہیں وہ برائیاں کہ جو انسان لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے وہ بس اتنا ہی اس کے جال میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے اور اسے اعمال صالحہ کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ یعنی نیک اعمال کی طرف اس کے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوتی۔ اس کے افکار و خیالات

صرف دنیا ہی پر صَرف ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ ایاك وطول الامل فانہ یمنع من خیر العمل ، یاد رکھ یہ لمبی لمبی امیدیں باندھنا انسان کو نیک اعمال سے محروم کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے بڑے ٹوٹے اور خسارے کی بات ہے۔

محترم بزرگو ـــــــ اس حدیث میں خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے ہر ہر فرد سے مخاطب ہیں۔ کہ اے لوگو ــ دنیا میں اس طرح زندگی گذارو جس طرح کوئی مسافر بارا ہ گذر بسر اوقات کرتا ہے۔ ایک حدیث میں اللہ کے نبی نے فرمایا۔

مالی وللدنیا انما مثلی ومثل الدنیا کمثل راکب قال فی ظل شجرۃ ثم راح وترکھا

کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق میری اور دنیا کی مثال تو ایک سوار کے جیسی ہے جسنے کسی درخت کے سائے میں آرام کیا اور پھر اسے چھوڑ کر چلدیا

(ترمذی فی احمد ہدنز المتقین جا ص۴۲۹)

یہ ہے سبق امّتِ محمّدیہ کے لئے کہ ہم دنیا میں اس طرح جئیں جسطرح درخت کے نیچے آرام کرنے والا آرام کر کے اسے چھوڑ کر چلدیتا ہے۔ اور مڑ کر اس آرام گاہ کی طرف بھی نہیں دیکھتا۔

ایک تمثیلی آئینہ

یعنی جس طرح مسافر اپنا ٹھکانہ سفر میں نہیں بناتا بہترین محلات تعمیر نہیں کرتا اور اسباب عیش و عشرت مہیا نہیں کرتا۔ بلکہ مختصر سی

پونجی ساتھ رکھنا ہے۔ چند کپڑے پہننے کے لئے اور اوڑھنے کے لئے ایک چادر رکھنا ہے۔ یہی حال تمہارا ہونا چاہیئے۔ کہ تمہارا اسباب زندگی بھی مختصر ہو، رہنے کے لئے تھوڑی سی جگہ، سر چھپانے کے لئے ایک چھت، پہننے کے لئے چند کپڑے بس یہ کافی ہے اور جس طرح مسافر ٹرین کے سفر میں اپنی سیٹ کو جائے قیام تصور کر کے دھیں بیٹھا رہتا ہے۔ اگر اسٹیشن پر کچھ ضرورت کا سامان خریدنا چاہتا ہو تو خرید کر پھر سے اپنے ڈبہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ ایسا نہیں کرتا کہ ابھی گاڑی پندرہ منٹ رُکے گی۔ تو چلو بازار گھوم آئیں۔ اسٹیشن کے بجائے بازار سے سامان خرید لیں گے۔ اور شہر کی سیر بھی ہو جائے گی۔ یا اپنے ڈبہ کے بجائے کسی اور ڈبہ میں سوار ہو جائے ایسا کرنے والا منزل پر نہیں پہونچ سکتا۔ بلکہ وہ راہ ہی میں بھٹک کر رہ جائے گا۔ چاہے جتنی آزاد طبیعت کا انسان سفر کرتا ہو۔ اور ٹرین اسٹیشن پر چاہے جتنی دیر رُکے۔ پھر بھی مسافر گاڑی کے اصول وضوابط کا پابند رہتا ہے، اور ہر دم اسے اس بات کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ کہ نہ جانے کب گاڑی چل پڑیگی،

آپ واقف ہی ہیں کہ جب ٹرین اسٹیشن پر رکتی ہے۔ تو کسطرح مسافرین ضروریات وسامان لینے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں۔ بھلے ہی گاڑی دیر تک رُکے مگر وہ جلد از جلد اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے ڈبہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں گاڑی چل نہ پڑے یہی خلاصہ ہے اس حدیثِ مبارکہ کا کہ اے لوگو تم زندگی اسطرح

گذارو جس طرح مسافر ہو یا کوئی راہ گذر، ہر لمحہ اور ہر پل یہ خیال رہے کہ میں اس چند روزہ دنیا میں ایک مسافر ہوں اور نہ جانے کب میری موت آجائے۔ اور میں اپنی منزل پر پہنچ جاؤں۔ اس لئے مختصر اسباب زندگی کے ساتھ بس منزل پر پہنچنے کی تیاری کرے۔ اور جتنا تعلق ایک راہ گذر کا گذرگاہ سے ہوتا ہے۔ اتنا ہی تعلق ایک مومن بندہ کا اس فانی دنیا سے ہونا چاہیئے۔

اور میں تو اس بات کو مزید اس طرح کہا کرتا ہوں کہ جسطرح مسافر راستہ میں کسی کی جیب نہیں کاٹتا۔ کسی سے گالی گلوچ نہیں کرتا کسی کو قتل نہیں کرتا۔ اور گورنمنٹ کے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس ڈر کی وجہ سے کہ پولس اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالدے گی۔ اور وہ بغیر سزا اپنی منزل پر نہیں جاسکے گا۔ اور نہ جانے کب تک کی سزا ہو۔ ایسے ہی اس دنیا کا معاملہ ہے۔ یہاں کا مسافر اگر کسی کی جیب کاٹے گا۔ چوری کرے گا۔ یا قتل کرے گا یا حکومتِ خداوندی کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرے گا۔ تو پھر وہ اللہ کی پولس سے کسی طرح بھی راہِ فرار اختیار نہیں کرسکتا۔ اور یہ اللہ کی پولس (فرشتے) جو ہر وقت انسان کے کندھے پر سوار ہیں۔ کل قیامت کے دن اس پر عدالتِ عالیہ میں مقدمہ دائر کریں گے۔ تو وہ احکم الحاکمین بھی اسے دوزخ کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دے گا، اور نہ جانے کب تک کی سزا ہو۔ اور یاد رکھو وہاں کی سزا قید بامشقت

ہی ہے۔

حضرات گرامی اور میرے فکرمند ساتھیو!

اعمال کا حال اور محاسبۂ نفس

اس حدیث کو جس کا خلاصہ آپ کے سامنے عرض کیا ہم آئینہ کی طرح اپنے سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ کہاں ہمارے چہرے پر داغ ہیں اور کہاں کپڑوں پر کہاں سے ہمارا دامن چاک ہے اور کہاں سے رنگیلا۔

میرے بھائیو ہمارا حال یہ ہے کہ جب تک بہترین محلات کی تعمیر نہ ہو۔ سکون کی نیند نہیں آتی۔ بہت سا روپیہ بٹور لینا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ جھوٹ بول کر مطلب نکال لینا۔ قتل کر کے بھی خود کو بے گناہ ثابت کر دینا ہمارا شیوہ ہے۔

کم عمر ہے تو جوانی کی امید پر جی رہا ہے۔ اور جوان ہے تو بڑھاپے کے انتظار میں اور بوڑھا ہے تو یہ سوچ کر کہ ابھی تو ہاتھ پاؤں چل رہے ہیں۔ بس دنیاوی پُرفریب رنگینیوں میں مست رہتا ہے۔ یعنی کسی درجہ میں بھی آخرت کا فکر سوار نہیں ہو پاتا عمر رواں کے دن، مہینے، سال، رفتہ رفتہ کم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور یہ دھوکے میں پڑا ہوا انسان خوش ہوتا رہتا ہے۔ دنیا و ما فیہا سے الگ محوِ ناؤنوش رہتا ہے۔

عمرِ رواں کا مرثیہ

آج سالگرہ کی تقریب کا اہتمام اتنی شان سے ہوتا ہے۔ کہ گویا دوسرا جنم ہوا ہے۔ موم بتیاں جلائی جاتی ہیں، کیک کاٹا جاتا ہے، تمام متعلقین کو مدعو کیا جاتا ہے۔ اور خوشی منائی جاتی ہے، زندگی کا ایک سال پورا ہو گیا۔ افسوس یہ احساس نہیں ہوتا۔ کہ ہاں زندگی کا ایک سال ختم ہو گیا۔ جو اربوں کھربوں روپئے دیکر بھی نہیں خریدا جا سکتا اور موت کتنے نزدیک آگئی ہے اس کی فکر نہیں ہوتی، بزرگوں کا مقولہ ہے

كَيْفَ يَفْرَحُ بِالدُّنْيَا مَنْ يَوْمُهُ — بھلا وہ آدمی کیسے خوش ہو سکتا ہے جس کے دن اس
يَهْدِمُ شَهْرَهُ وَسَنَتُهُ تَهْدِمُ عُمْرَهُ — کے مہینوں کو کھا رہے ہوں، اور اسکے سال اسکی
وَعُمْرُهُ يَقُودُهُ إِلَىٰ أَجَلِهِ وَتَقُودُ — عمر کو ہضم کرتے جا رہے ہوں، اسکی عمر اسے اجل کی
حَيَاتُهُ إِلَىٰ مَوْتِهِ — طرف لئے جا رہی ہو یعنی اسکی زندگی اسکو موت کی طرف
جامع العلوم والحکم ص۳۳۲ — دھکیل رہی ہو۔

تجربہ کار لوگوں کے اس مقولہ سے ظاہر ہے کہ عمر کس طرح چلی جا رہی ہے، دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں ہضم ہوتے چلے جا رہے ہیں، ہماری حالت یہ ہے کہ بجائے عمرِ رفتہ کے مرثیہ پڑھنے کے عمرِ رواں کا قصیدہ پڑھتے ہیں۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا — جب تجھے شام مل جائے تو صبح کا انتظار نہ کر

أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ — اور جب صبح مل جائے تو شام کی امید نہ رکھ اپنی صحت
صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ — کے دوران اپنی بیماری کا انتظام کر لے اور اپنی زندگی
لِمَوْتِكَ (رواہ البخاری) — کے دوران اپنی موت کا سامان کر لے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہمیں فکر دلا رہا ہے کہ کون جانتا ہے اب ہم یہاں کاشغی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کر کے اپنے مکانوں اور اپنی تجارتوں میں بھی پہنچ پائیں گے یا نہیں۔ جن لوگوں سے شام و صبح کے عہد و پیماں ہیں پورے ہو بھی پائیں گے یا نہیں۔ موجود لمحہ کے بعد کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ پھر خوشی کس بات کی، پلان اور منصوبے کس نام کے، اور لمبی لمبی امیدیں کس لئے۔

بہر کیف، معزز حاضرینِ مجلس

جب ہم یہ ساری تفصیل جان کر اس نتیجہ پر پہنچ گئے۔ کہ لمبی لمبی امیدیں باندھنا، بڑے بڑے پلان اور منصوبے ذہن میں رکھ کر زندگی گذارنا بے سود ہے۔ یہ ساری حسرتیں لئے لئے ہی انسان قبر کے گڈھے میں چلا جاتا ہے، اور پھر پتہ چلتا ہے کہ ہاں اصل ٹھکانہ یہی ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ پاک نے فرمایا۔

وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ — یقیناً آخرت کا گھر ہی اصل زندگی کا گھر ہے۔
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (القرآن) — کاش کہ یہ لوگ اس حقیقت کو جان لیتے۔

ے
تھی فقط غفلت ہی غفلت عیش کا دن کچھ نہ تھا
ہم اسے سب کچھ سمجھتے تھے، وہ لیکن کچھ نہ تھا

اسلئے اگر موت کی یاد قبر کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے حالات میدان حشر کا نفسی نفسی کا عالم، اور دوزخ کے دردناک کربناک عذاب کو یاد رکھے اور بار بار ان کا تذکرہ کرتا رہے یہ ایسا نسخہ ہے جو لمبی لمبی امیدیں باندھنے کی نوبت نہیں آنے دیتا بلکہ ہر لمحہ فنائے حیات کا تصور انسان کو ایسے وساوس سے بیگانہ کر دیتا ہے، بلکہ لمبی لمبی امیدوں کا باندھنا ایک عیب محسوس ہوگا۔

اللہ پاک ہمیں دین کے لمبے لمبے عزائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مجھے فرصت کہاں ہے محو نا و نوش ہونے کی
گھڑی سر پر کھڑی ہے پھر کفن بر دوش ہونیکی

(ابو الاثر حفیظ جالندھری)

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

سنو تمہاری سنی جائیگی

مفکر ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ، مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

سُنو تمہاری سُنی جائے گی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجاً ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا محمداً عبده ورسوله والصلوٰة والسلام على نبيه محمد وآله وصحبه اجمعين اما بعد :- قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ او كما قال عليه الصلوٰة والتسليم

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

محترم حضرات، نوجوانانِ اسلام اور عزیز ساتھیو!

حمد و صلوۃ کے بعد اللہ کے سچے اور آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پڑھی ہے، اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا ـــــ سنو، تمہاری سنی جائے گی۔ یعنی مانو، تمہاری مانی جائے گی۔ تم اللہ کے حکم پر چلو کائنات کی ہر چیز تمہارے حکم پر چلے گی، تم اللہ کے تابع ہو جاؤ۔ دنیا کی ہر چیز تمہارے تابع ہو جائے گی۔

ایک انسان ساری عمر اللہ کے سامنے صحت کی دعا مانگتا رہے۔

کامیابی کی آرزو کرتا رہے، دولت و شہرت کی تمنا کرتا رہے ---
اگر وہ ہمیشہ اپنی ہی سناتا رہا اور پالنہار کی نہ سنی، تو حدیثِ نبوی کا فرمان ہے اس کی نہیں سنی جائے گی۔ گرچہ مومن کی دعا۔ ضائع نہیں کی جاتی، مگر دنیا میں اس کی تاثیر اسی صورت مین نتیجہ لا سکتی ہے۔ جبکہ وہ پہلے اللہ کی سنے، اور مانے۔ پھر اللہ اس کی سنے گا اور مانے گا۔ پھر جو وہ چاہے گا وہی کرے گا۔ جب انسان اپنی خواہشات اللہ کے تابع کر دیتا ہے تو پھر بن مانگے اس کی خواہشات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ مانگے اور جود و سخا کا مالک خزانوں کے دہانے اس کے لئے نہ کھول دے۔ کسی عارف نے سچ کہا ہے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔

یعنی جس نے اپنے ظاہر و باطن، اپنے اخلاق و عادات، اپنے خیالات و نظریات، اپنی طاقت و قوت اپنی خواہشات و لذات اللہ کے تابع کر دیں۔ پھر وہ وقت دور نہیں۔ جب انسان و حیوان، چرند و پرند، یہ گرجتے بادل، یہ تیز و تند ہوائیں، یہ طوفان برپا کرتی سمندر کی موجیں سب اس کے حکم کی غلام بن جائیں گی۔ اسی لئے اللہ کے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ سنو، تمہاری سنی جائے گی

یعنی اللہ کیا کہتا ہے، کیا چاہتا ہے۔ اس کو سنو اور مانو پھر وہ پروردگار تمہاری سنے گا اور مانے گا۔ پالنہار کی رضا کس میں ہے،

اس کو دیکھو، اور سمجھو۔ پھر وہ تمہاری خوشی دیکھے گا، سمجھے گا۔ اور اس کی تکمیل کرے گا۔ اس مقام پر پہونچ کر دعا مانگو گے، قبول کی جائے گی۔ تمنا کرو گے پوری کی جائے گی

شیخ سعدیؒ اور نکتۂ عبرت

ایک مرتبہ شیخ سعدیؒ نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ شیر پر بیٹھا آ رہا ہے جسطرف چاہتا ہے اسے گھما دیتا ہے۔ اور جدھر چاہتا ہے چلا دیتا ہے۔ اور وہ درندہ صفت جانور بلا چون و چرا اس کے حکم کی غلامی کر رہا ہے، شیخ سعدیؒ نے یہ دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔ وہ سوار سعدیؒ کو حیرت زدہ دیکھ کر کہنے لگا۔ اے سعدی متعجب کیوں ہو، اور یہ حیرانی کس لئے۔ یہ تو صرف شیر ہے۔ دنیا کی ہر چیز تمہارے حکم کی غلام بن سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے

ے تو از حکم داور گردن مپیچ
که گردن نه پیچد از حکم تو ہیچ

(ترجمہ) تو خدا کے حکم سے سرتابی نہ کر کہ دنیا کی کوئی چیز تیرے حکم سے منہ نہ موڑے گی

بالفاظ دیگر

اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ خدا کی مان لے دنیا کی ہر چیز تیری مانے گی

حضرات سامعین کرام ــــــــ انسان کی ترقی کا راز ہی اس میں مضمر ہے کہ وہ ایسی طاقت کا سہارا لے۔ جس کی چھاپ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ہے۔ ہر مخلوق جس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ ہر ذرہ جسکی حمد گنگناتا ہے۔ چاند کی چاندنی جس کے حکم سے ہوتی ہے اور سورج کی شعائیں جسکے حکم سے ختم ہو جاتی ہیں۔ آگ میں جلانے کی تاثیر جس کے حکم سے ہے اور پانی میں ڈبونے کی طاقت جس کے حکم کی محتاج ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی ذاتِ عالی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ اسکی سن لو پھر دنیا کی ساری چیزیں تمہاری سنیں گی اس کا تعاون حاصل کر لو۔ کہ پھر وحشت ناک جنگلوں کی تنہائی جنت سے کم نہیں۔ اور درندوں کی درندگی کا پھر کوئی خوف نہیں۔ ہر ذی روح اور غیر روح مخلوق تمہارے اتباع کی تمنا کرے گی۔ یہاں تک کہ تمہارا اشارہ بھی حکم کا درجہ پالے گا۔

ابراہیم بن ادہم اسمع یسمع لک کے آئینہ میں

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم مکۃ المکرمہ کے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر وعظ فرما رہے تھے ”کہ اے لوگو اللہ نے تمہیں اپنی اطاعت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور اس ساری کائنات کو تمہاری اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر تم اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے۔ تو پھر یہ

ساری چیزیں تمہارے اشارہ پر چلیں گی۔ یعنی اگر تم ایک پہاڑ کی طرف بھی چلنے کا اشارہ کر دو گے تو یقیناً وہ بھی اپنی جگہ سے چل پڑے گا“

اتنا کہنا تھا کہ جس پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ وعظ فرما رہے تھے۔ اللہ کی قدرت وہ پہاڑ ہی چل پڑا۔ یہ منظر دیکھ کر مجمع حیرت زدہ رہ گیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا ”اے پہاڑ میں نے تجھے چلنے کا اشارہ نہیں کیا۔ میں تو لوگوں کو سمجھا رہا تھا۔ تو رک جا“

ایک نصیحت

دیکھئے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے محض بیان ہی سے پہاڑ چل پڑا اگر فی الحقیقت وہ حکم دیتے یا صرف اشارہ ہی فرما دیتے تو کیا ہوتا۔

غور کیجئے کہ اللہ کے پیارے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک جملہ (اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ) میں تمام اوامر و نواہی بالفاظِ دیگر پوری شریعت سمائی ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی سنو اور مانو۔ پھر اللہ کی تمام جاندار و غیر جاندار مخلوقات تمہاری قدم بوسی پر فخر کریں گی۔ بس صرف خدا کی حاکمیت کو تسلیم کر کے محکومیت کو عمل سے ثابت کر دو۔ پھر کائنات کی تمام مخلوقات تمہاری حاکمیت کو تسلیم کر کے محکومیت کو عمل سے ثابت کر دیں گی۔ پھر ہر شے پر تمہارے اتباع کو لازم کر دیا جائے گا۔ پھر تمہارے اعمال کے اثرات غائب و حاضر تمام پر پڑیں گے۔

قابلِ رشک حکومت

یہی حضرت ابراہیم بن ادہمؒ (جن کا واقعہ ابھی اوپر گذرا) ایک بہت بڑے بادشاہ تھے۔ مگر اچانک ان پر احکم الحاکمین کی حاکمیت کا کچھ ایسا غلبہ ہوا۔ کہ تمام تخت و تاج کو لات ماردی اور جنگل میں جاکر مصروفِ عبادت ہو گئے۔ مگر جیسا کہ ہادی امت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِسْمَعْ یُسْمَعْ لَکَ (مفہوم) تم اللہ کی مان لو پھر کائنات کی ساری چیزیں تمہاری مانیں گی۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے بھی خود کو اس کسوٹی پر پورا اتار لیا۔

چنانچہ ایک مرتبہ سمندر کے کنارے پر بیٹھے اپنی بوسیدہ سی گدڑی سل رہے تھے۔ کہ اچانک ان کا قائم مقام، شہنشاہِ وقت ادھر آنکلا۔ اور اپنے سابق بادشاہ کو اس حالت میں دیکھ کر بڑی حسرت سے کہنے لگا۔ اے ابراہیم تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ تخت و تاج اور اتنی بڑی حکومت کو چھوڑ کر یہ فقیری اپنا لی۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے پُراعتماد لہجے میں فرمایا۔ "اے بادشاہ تو اس کو فقیری کہتا ہے یہ وہ حکومت ہے جو لوگوں کے جسموں پر تمہاری ظالمانہ و جابرانہ حکومت سے لاکھ گنا بہتر ہے تم صرف چند بندگانِ خدا پر حکومت کرتے ہو۔ اور مجھے اس فقیری میں اَن گنت مخلوقاتِ خدا پر پوری دسترس حاصل ہے۔"

چنانچہ یہ کہکر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اپنی سوئی سمندر میں پھینک دی۔ اور بادشاہِ وقت سے یہ کہا "اے لوگوں کے جسموں پر حکومت کرنے والے بادشاہ اپنی فوج سے کہہ کر میری سوئی سمندر سے ڈھونڈ کر لادے" بادشاہ نے کہا بھلا ایسا بھی کہیں ممکن ہے کہ سمندر سے سوئی دستیاب ہو جائے ـــــ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اللہ سے لَو لگائی اور کہا "اے اللہ مجھے میری سوئی چاہیئے" یہ کہنا تھا۔ کہ بے شمار مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں ایک ایک سونے کی سوئی دبائے سمندر کے کنارے پر آگئیں پھر عرض کیا۔ اے اللہ مجھے صرف میری وہی سوئی چاہیئے۔ سونے کی نہیں۔ چنانچہ بعد میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک مچھلی اپنے منہ میں وہی سوئی دبائے چلی آرہی ہے۔ یہ دیکھ کر شہنشاہِ وقت کو بڑی ندامت ہوئی۔

یقیناً اللہ کے پیارے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق فرمایا ہے۔ اِسْمَعْ یُسْمَعْ لَکَ (مفہوم) کہ اے لوگو اللہ کی سننے کے لئے تیار ہو جاؤ اور مان کر اسے عمل سے ثابت کر دو۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ تمہاری سنے گا۔ اللہ کو آقا مان لو دنیا کی ساری چیزیں تمہاری غلام بن جائیں گی۔

تاریخ کا ایک کھلا باب

محترم حضرات ـــــ تاریخ شاہد ہے کہ جب جب اس خلیفۂ کائنات نے سرکشی و بے راہ روی اختیار کی۔ تو اس عالم کے ذرّہ ذرّہ نے اس سے سرتابی کی ہے، سود منداشیاء نے اسے زَک دی ہے بے حیثیت

چیزوں نے اسے انڈیل دیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرندوں نے اس کی بڑی سے بڑی طاقت کے پیر اُکھاڑ دیئے ہیں۔ اِن ہواؤں نے اس کے لئے طوفان کی شکل اختیار کرلی ہے۔ پانی نے اسے دھوکہ میں ڈال کر ڈبو دیا ہے۔ راہ کے پتھر اس پر عذاب بن کر برس پڑے ہیں۔ اور وہ اپنے حالات کے پیچ وخم میں کچھ ایسا الجھا ہے کہ اسکی تدبیریں خود پر اُلٹ پڑی ہیں وہ ہتھیار جو اس نے اپنی حفاظت کے لئے بنائے۔ وہ بارود جو اس نے اپنی طاقت و دبدبہ کے لئے جمع کیا۔ وہ دنیاوی تدابیر جو اس نے اپنی ترقی کے لئے کیں خود اس کے لئے وبال بن گئیں ہیں۔

آج پوری دنیا میں کفر واسلام کا تنازعہ نہیں۔ تعلیم اور جہالت کا جھگڑا نہیں۔ غریبی اور امیری کا فتنہ نہیں۔ دینداری و بے دینی کی جدوجہد نہیں، لڑائی ہے تو اس بات کی کہ میری مانو، میری حکومت تسلیم کرو۔ فساد ہے تو اس بات پر کہ میں رہبرِ قوم ہوں، میں امیر ملک ہوں، جنگ ہے تو اس بات کی کہ میرے بنائے اصولوں پر عمل کرو، میں کامیاب ہوں، میں یکتائے روزگار ہوں۔

فرزندانِ اسلام ——— اللہ کے آخری رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر سے جملہ اِسْمَعْ یُسْمَعْ لَکَ (سن لو۔ تمہاری سنی جائے گی) میں ایک حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ اور یہ واضح کیا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، فرشتے تمہارے معاون، اور جنّات تمہارے حامی بن سکتے ہیں۔ شیر تم سے ڈر سکتے ہیں، چیتے تم سے

کپکپا سکتے ہیں۔ ہر چیز تمہاری غلام اور ہر شے تمہارے سامنے جھک سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے۔ اِسْمَعْ یُسْمَعْ لَکَ (تم اللہ کی سن لو، ہر چیز تمہاری سنے گی۔ تم خالقِ کائنات کے غلام بن جاؤ۔ ہر چیز تمہاری غلامی کرے گی۔

صدائے عمرو اور صحرائے افریقہ

ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جماعت کا ایک غیر معمولی دستہ لے کر افریقہ پہونچے۔ تو مسلمانوں کو ایک اسلامی چھاؤنی بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ امیرِ قافلہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے افریقہ کے جنگل میں چھاؤنی بنانے کا حکم دیا۔ مگر وہ ایسا وحشت ناک بَن (جنگل) تھا۔ جہاں لوگ دن کو گذرتے ہوئے بھی ڈرتے تھے۔ کیوں کہ جو اس جنگل کو گذرتا وہ واپس نہ آتا۔ وہاں بڑے بڑے اژدھے، دہاڑتے ہوئے شیر، دندناتے پھرتے ہاتھی، ڈکارتے ہوئے بھیڑیئے۔ گویا کہ جنگل موذی جانوروں سے بھرا پڑا تھا۔ ایسے میں مسلمان ایک مقام پر پہونچے۔ اور امیرِ قافلہ نے آگے بڑھکر یوں آواز لگائی کہ "اے چرندو، پرندو، اور موذی جانورو۔ آج ہم غلامانِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جنگل کی ضرورت ہے۔ میں خدا کی خدائی کا واسطہ دیکر تمہیں حکم دیتا ہوں۔ کہ اس جنگل کو خالی کردو۔ اگر تم نے نہ مانا تو پھر ہم اس کے بعد جسے پائیں گے قتل کردیں گے"، اور اللہ نے اس آواز کو جنگل کے ہر ہر جانور کے کان میں ڈال دیا۔

حیرانگی کا عالم

معززحاضرینِ کرام

دنیا کے عقلاء، وزراء، سائنس داں حیران ہیں اور اس سوال کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ کہ آخر اس بندۂ خدا کی آواز میں وہ کونسا بلا کا جادو تھا۔ کہ اسے سن کر شیر، چیتے، بھیڑیئے، اپنے اپنے بچوں کو سینے سے چمٹائے چل دیئے جیسے مفتوح فاتح کے سامنے، غلام آقا کے سامنے سر جھکائے چلتا ہے۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس پکار میں وہ کون سی قوت اور پاور کارفرماں تھی کہ جس نے سانپوں کو اپنی بلوں سے، ہاتھیوں کو اپنے ٹھکانوں سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔

مؤرخین نے اِن جاں نثارانِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کے ایسے سینکڑوں واقعات سے صفحات پُر کر ڈالے ہیں۔ اور سائنسداں حضرات کا ایک بڑا طبقہ اِن شیدائیانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت پر نظر رکھتا ہے۔ مگر اس مقام پر پہنچ کر مؤرخین کے قلم بند ہو جاتے ہیں، سائنس کی حد ختم ہو جاتی ہے ——— محوِ حیرت ہیں کہ آخر یہ واقعات کیوں کر وجود میں آ گئے۔

مگر قربان جایئے اس دُرِّ یتیم پر، طائف کے اس مظلوم پر۔ جس نے اِن پیش آمدہ واقعات کے وقوع کے بعد نہیں ——— بلکہ ان سے برسوں پہلے ہی خبر دیدی۔ اور فرما دیا۔

إسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ ۔ اے لوگو صرف اس کی سن لو۔ دنیا کے تمام چرند و پرند اور بے جان مخلوقات بھی تمہاری سنیں گی۔

ہمدردانہ اپیل

اس لئے میری ہمدردانہ اپیل ہے ان تمام ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہش مند دوستو سے، ان مادیت پرست باطل طاقتوں سے جنہیں مذہبِ اسلام کے ہر پہلو میں نقص نظر آتا ہے۔ وہ آئیں اور غور کریں، کہ آج کا بلند و بانگ دعوے کرنے والا ترقی یافتہ سائنس چودہ سو سال گذر جانیکے بعد بھی اس سوال کی وجہ دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ نہ جانے وہ کیا طاقت تھی کہ جو صرف انسانوں پر نہیں بلکہ جناتوں اور برّی و بحری جانوروں سے بڑھکر بے جان چیزوں تک پر حکومت کرتی تھی، ساری چیزیں گویا اس کے حکم کے تابع تھیں۔

نیلِ مصر کی غلامی

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط لکھا اور یہ شکایت کی کہ یہاں مصر میں دریائے نیل کا یہ دستور ہے کہ ہر سال ایک کنواری دوشیزہ جو حسن و جمال کی پیکر، اور اوروں میں ممتاز ہو، دریا میں ڈالی جاتی ہے۔ اگر کسی سال ایسا نہ کیا جائے تو دریا نہیں چڑھتا اور قحط پڑ جاتا ہے باشندگان

مِصر دریا کے اس دستور سے بیزار ہیں۔

فرمانروائے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس خط کو بغور پڑھا، اور یہ جواب تحریر فرمایا "کہ مذہبِ اسلام ایسی وحشیانہ رسموں کی اجازت نہیں دیتا" اور ایک رقعہ چند سطور کا نیلِ مصر کے نام بھی لکھا (جس کا مضمون مورخین نے اسطرح لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب امیر المومنین
من عبد اللہ عمر بن الخطاب	کی طرف سے نیل مصر کے نام ہے۔
امیر المومنین الی نیل مصر	اگر تو اپنے اختیار سے جاری ہے تو ہم کو تجھ سے
فان کنت تجری من قبلک	کوئی کام نہیں۔ اور اگر تو اللہ کے حکم
فلا تجر، وان کان اللہ یجریک	سے جاری ہے تو اب اللہ کے نام پر جاری
فاسال الواحد القہار فی	رہنا۔
ان یجریک	

- یہ خط حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی ملا انہوں نے فوراً اسکو نیلِ مصر کے حوالہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ چڑھنا شروع ہو گیا، اور ایسا چڑھا کہ پھر کبھی بند نہ ہوا۔ اور کوئی بھینٹ اس نے نہ مانگی آج چودہ سو برس کے طویل عرصہ کے بعد بھی وہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ بہہ رہا ہے۔

محترم حاضرینِ مجلس ——————

یہ صرف ایک واقعہ ہی نہیں تاریخ میں ایسی سینکڑوں شہادتیں مل

جائیں گی۔ جو اس بات کی گواہ ہوں گی۔

اِسْمَعْ یُسْمَعْ لَکَ   جس نے اللہ کی سن لی کائنات کا ذرّہ ذرّہ انکی سننے لگا۔ اور ان کا خادم ہو گیا۔ نظامِ کائنات ان کا رضا جو ہو گیا۔

زلزلہ کا رُک جانا

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دورِ حکومت میں شدید زلزلہ آگیا۔ خلیفۂ ثانی، فاروق اعظم، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین پر پیر مارا۔ اور یوں ارشاد فرمایا۔ اے زمین کیا میں نے تیرے سینے پر انصاف قائم نہیں کیا —— یہ کہنا تھا کہ زمین فوراً ساکت ہو گئی۔ آپ فوراً بارگاہِ صمدی میں شکر بجا لائے۔

دوستو ---- فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یقینِ کامل ہونے کی بنا پر ہی حاکمانہ طور پر زمین کو رُک جانے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ آقائے رحمت، ہادیٔ برحق، صادق المصدوق کے ارشاد کی صداقت اظہر من الشمس ہے —— اِسْمَعْ یُسْمَعْ لَکَ   تم خالقِ حقیقی کو حاکمِ اعلیٰ مان لو، دوسری مخلوقات تم کو اپنا متبع مان لیں گی۔ اور خصوصاً صحابۂ کرام تو شب و روز ان حیرت انگیز واقعات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔

میرے بھائیو ---- یہ تاریخی واقعات ہمارے لئے ایک آئینے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جسطرح انسان آئینے میں اپنے چہرے کے داغ دھبوں کو درست کرتا ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ ان عبرت خیز

واقعات کی روشنی میں خود کو ٹٹولیں۔ تاکہ ماننے اور نہ ماننے کا انجام معلوم ہو

اعترافِ حقیقت

یہ حقیقت ہے اگر سننے اور ماننے کا جذبہ قوم مسلم میں بیدار ہو جائے

- تو جو آج ہمیں مخالفین نظر آرہے ہیں
- جو آج ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں
- جو آج بھیڑیوں اور درندوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں،
- جو آج ہماری عزت وعصمت سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔

کل یہی ہمارے موافق اور حامی ثابت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ سچا ہے۔ اگر تم پلٹ کر اللہ کی طرف آجاؤ۔ اور سچی توبہ کرکے اللہ کی سننے اور ماننے والے بن جاؤ، تو یاد رکھو، کہ ان حاکموں کے قلوب اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ اور ان حکام کی باگ ڈور صرف مالکِ حقیقی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم اس کی سننے اور ماننے لگو گے تو پھر یہ سب اور دنیا کی ساری چیزیں تمہارے اشاروں پر چلیں گی۔ اور بار بار یہ جملہ دہرانا نہ پڑے گا۔

اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ ، اِسْمَعْ يُسْمَعْ لَكَ

اللہ ہم سب کو سن کر ماننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین،

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

فاعتبروا یا اولی الابصار

لمحۂ فکریہ

مفکرِ ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ، ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارن پور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارن پور

تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے
لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی فکر ہے

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ، وصلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
کہ آنا نہ ہوگا یہاں باربار
تری کرنی کے ملیں گے تجھکو پھل
آج جو بوئے گا وہ کاٹے گا کل

محترم بزرگانِ دین، عندلیبانِ کاشف اور دیگر ساتھیو۔

اللہ رب العزت نے آج ہمیں یہ موقع نصیب فرمایا۔ اور اپنی حیات کے فانی نقوش پر غور و خوض کیلئے چند لمحات عطا کر دیئے۔ یہ اسکا بیکراں احسان ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ بے قیمت اور بے وقعت چیز وقت ہے، اس

کو جہاں چاہا ضائع کر دیا۔ یا برباد کر دیا، کھیل تماشوں سیر سپاٹوں میں قیمتی وقت گنوانے پر فخر کیا جاتا ہے، جس میں نہ دین کا کوئی فائدہ اور نہ دنیا کا اور حال یہ ہے کہ کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ کب دھڑکتے قلب کی دھڑکن،، اچھلتے مچلتے ہاتھ پاؤں یہ چکا چوند آنکھیں اور چہرہ کی یہ چمک دمک سرد پڑ جائے، جب تک اس ڈھانچے میں زندگی کی یہ چند سانسیں باقی ہیں، اس وقت تک انسان عمل کی قدرت رکھتا ہے اور اسے اس بات کا اختیار باقی ہے، چاہے وہ دنیا کو راضی کر لے یا دنیا کے خالق کو راضی کر لے،

یار کی مرضی کے تابع یار کا دم بھر کے دیکھ
غرض مطلب کے دیکھا ترکِ مطلب کر کے دیکھ
یار اپنا ہے تو پھر اپنی ہے یہ ساری کائنات
سب کو اپنا کرنیوالے اس کو اپنا کر کے دیکھ

دوستو جب موت طاری ہو جائے گی، اعضاء وجوارح مفلوج ہو جائیں گے، پھر قدرتِ عمل اور اختیار باقی نہیں رہے گا۔ پھر ان اعمالِ صالحہ کی قیمت کیا ہے، یہ اللہ کے لئے چند منٹ بیٹھنا کیا معنی رکھتا ہے، یہاں کی ایک صبح وشام کتنی قیمتی ہے، اس کا علم دار العمل سے جانے کے بعد ہی ہوگا۔ دینی ودنیاوی اعمال کے حقائق وانکشافات قبر ہی میں سامنے آجائیں گے، وہاں انسان تڑپے گا تمنا کرے گا۔ کہ اس کو یکبار اور صرف ایکبار کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کا موقع مل جاتا یا اور کوئی عمل رضاء الٰہی کے کرنے کا موقع مل

جاتا، جب وہاں علم ہوگا کہ ایک بار سبحان اللہ کہنے کی قیمت کیا ہے، تو پھر دستِ تاسف ملے گا۔ لیکن وہ افسوس وندامت لاحاصل ہوگا۔

میرے بھائیو! یہ میرے دل کی آواز ہے، میں اپنی گذرے ہوئے اوقات کے تجربہ کی روشنی میں اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں، کہ میری اور آپ کی کتنی عمر برف کے ڈھیر کی طرح یونہی دنیاوی عیش وعشرت میں مبتلا ہو کر گذر گئی۔ آخر ہمیں کیا ملا، نہ دنیا ہی ہمیں ملی اور نہ دین ہی کے ہم ہو سکے۔ اس ذلیل دنیا کے پیچھے دوڑتے دوڑتے ہمارے آباد اجداد قبروں کی نذر ہو گئے۔ اور اب خاک ہونے کی ہماری باری ہے آخر ہمیں کیا ملا۔

میرے بھائیو ہم غور کریں اپنی آپ بیتی پر کہ پیدائش کے وقت ہمیں جن چیزوں کی احتیاج تھی آج اس سے کہیں زیادہ ہمیں چیزوں کی ضرورت ہے حالانکہ ہم نے اس دنیا کی چمک دمک اور رونق کی خاطر اپنی ہری بھری جوانی لٹا دی نہ جانے اس عرصہ میں ہم کتنوں سے دور ہو گئے۔ اور اب بڑھاپے میں یہ دنیا ہم سے منہ موڑ رہی ہے، اولاد ہمیں بوجھ سمجھتی ہے، دنیا کے کسی کام کے اب ہم نہ رہے اب بتاؤ میرے بھائیو کہ ہمیں کیا ملا ہمارا سب کچھ لٹ گیا اور ہم خالی ہاتھ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

ایک معنی خیز مثال

برادران اسلام، آج میں آپ کے سامنے یہ حقیقت اس مثال کے ذریعے واضح کر دوں کہ انسان دو چیزوں

کا مرکب ہے، ایک جسم دوسرے روح، جسم کی مثال ایسی ہے جیسے سواری اور روح کی مثال ایسی جیسے سوار، اب غور کیجیے کہ اگر کڑاکے کی سردی ہو اور ایک ہی کمرہ اس کے پاس ہو، آپ بتائیے کہ ایسے میں سوار کی زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے۔ یا سواری کی، اگر سواری کی حفاظت کرے گا تو سوار کڑاکے کی سردی سے مر جائے گا۔ پھر سواری سے فائدہ ہے، اگر سوار اپنی حفاظت کرے تو سواریاں بہت مل سکتی ہیں نہ بھی ملے تو کام چل جائے گا۔

انسان جسم کی حفاظت کے لئے تو محلات تعمیر کرے، اپنے جسم کی نمائش اور تسکین کے لئے تو اسباب تعیش مہیا کرے، لیکن روح کیلئے کچھ نہ کرے، تو کیا یہ عقل مندی ہے یہ جسم ایک روز خاک ہو جائے گا اور روح کو جزا و سزا بھگتنی پڑے گی۔ جسم تو محض جزا و سزا کے اظہار کی جگہ ہے اصل تکلیف تو روح کو ہوتی ہے۔

روح اصل ہے!

روح ہی اصل ہے جسم تو محض مٹی کا ایک پتلہ ہے، اگر کوئی انسان خواب میں شیر کو دیکھے۔ اور شیر اسکے منہ پر پنجا مار دے تو وہ اچانک شور و غل کر کے کھڑا ہو جائے گا۔ آپ بتائیے کہ شیر کا پنجا کیا حقیقت میں اس کے منہ پر پڑے گا، حالانکہ چہرہ صحیح سلامت ہے۔ معلوم ہوا کہ روح کو تکلیف پہنچی۔ جس کی وجہ سے انسان شور کر کے اچھل پڑا اور گھبراہٹ کے آثار چہرہ سے ظاہر ہو گئے، حدیث

میں آتا ہے کہ قیامت میں انسان کے اعضاء و جوارح اس کے خلاف شہادت دیں گے اگر جسم اصل ہوتا تو پھر جسم ہی اپنے خلاف کیوں گواہی دیتا۔ معلوم ہوا کہ روح اصل ہے۔ اس لئے میرے ایمانی بھائیو روح پر محنت کی ضرورت ہے، ہر چیز کی غذا ہوتی ہے۔ جیسے جسم کی غذا کھانا ہے۔ اگر کھانا نہ ملے تو پیٹ بھوک کی وجہ سے پورے جسم کو لے مرے گا۔ اسی طرح روح کی غذا اللہ کا ذکر ہے اگر روح کو ذکر اللہ کی غذا نہ ملے تو وہ مردہ ہو جائے گی پھر اس کو حلال و حرام، گناہ و ثواب اور اچھے و بد کی تمیز نہ رہے گی۔ اور وہ چوپایہ کی طرح زندگی گذارنے کو کامیابی تصور کرے گا۔

اب اے میرے کلمہ گو بھائیو! تم خود ہی بتاؤ کہ پھر کونسا وقت آئے گا جب ہم روح پر محنت کریں گے پھر وہ کونسی گھڑی ہوگی جب ہم غفلت سے بیدار ہو کر خدا کے احکام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑے ہوں گے۔ اور شافع محشر کی سیرت کو اپنا کر دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوں گے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ

سورۃ فاطر آیت، ۳۷

کیا ہم نے تمکو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جسمیں پوری طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیتے جسے جو فیصلہ کرنا ہے، حالانکہ ساتھ ہی ساتھ تمہارے پاس تمہیں ڈرانیوالے بھی آئے تھے، مگر افسوس تم نے ذرا پرواہ نہ کی۔۔۔۔۔

اللہ پاک نے عمر کا اتنا طویل حصہ اس لئے عنایت فرمایا کہ انسان حق و باطل کا فیصلہ کر کے اپنے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کر لے، اور اللہ جل شانہٗ

کا خاص انعام ہے اُس حضرت انسان پر کہ اُس نے ہر انسان کو اس کا فطری حق دیا ہے، اور ایکدم مذہبی مسائل کا مکلف اسے نہیں بنایا بلکہ عمر اوّل کے پندرہ سال اسی لئے ہیں کہ انسان خود سوچ سمجھ کر اچھی طرح جان اور پرکھ لے حضرت علی کا قول ہے کہ مدت فیصلہ ساٹھ سال ہے پھر بھی اگر کوئی نہ عمل کرے تو اس سے بڑا بدنصیب کون ہو گا۔

ایک نصیحت آمیز واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک کا نام آپ نے سنا ہو گا، یہ بہت بڑے فقیہہ، صوفی، مجاہد اور بے داغ محدث تھے۔ ایک امیر کبیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کا ایک بہت بڑا سیب کا باغ تھا۔ آزاد طبیعت ہونے کی وجہ سے نہ علم سے کوئی تعلق تھا، اور نہ دین سے کوئی لگاؤ پینا پلانا، گانا بجانا بجد شوقیہ مشغلہ تھا۔ ایک مرتبہ جب سیب کا موسم آیا۔ تو یہ اپنے اہل و عیال سمیت اپنے باغ ہی میں منتقل ہو گئے۔ دوست واحباب کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا اس لئے وہاں دوستوں کو بھی بلا لیا۔ رات کو باغ میں گانے بجانے کی محفل جمی، اعلیٰ درجے کے موسیقار و سنگیت کار ہونے کی وجہ سے موسیقی خود ہی بجائی ایک طرف پینے پلانے کا دور شباب پر تھا۔ تو دوسری طرف موسیقی کی تانیں۔ اسی نشہ کے عالم میں نیند آگئی۔ اور وہ ساز اسی حالت میں گود میں پڑا ہوا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ساز گود میں رکھا ہوا ہے تو دوبارہ پھر بجانا شروع کر دیا۔ محسوس ہوا کہ وہ ساز اب بجتا ہی نہیں۔ چنانچہ حواس باقی رکھکر اس کی مرمت کی اور پھر بجانا شروع کیا۔ لیکن وہ پھر

بھی نہ بجا، تیسری مرتبہ مرمت کر کے پھر بجانا شروع کیا۔ مگر اچانک اس مرتبہ اس ساز میں سے موسیقی کی آواز نکلنے کے بجائے قرآن کریم کی اس آیت کی آواز آرہی تھی۔

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (سورۃ حدید ۱۶)

(ترجمہ) کیا ایمان والوں کیلئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ انکا دل اللہ کے ذکر کیلئے پسیجے اور اللہ نے حق بات جو قرآن کے اندر اتاری ہے اسکے لئے انکے دلوں میں خوف پیدا ہو۔

اس آواز کا سننا تھا کہ دل پر ایک چوٹ لگی، اور خیال آیا کہ اب تک میں نے اپنی عمر کس کام کے اندر گنوا ڈالی ہے۔ فوراً بیتاب ہو کر یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

بَلٰی یَا رَبِّ قَدْ آنَ بَلٰی یَا رَبِّ قَدْ آنَ

ہاں اے پروردگار اب وہ وقت آگیا ہے۔ ہاں اے پروردگار اب وہ وقت آگیا ہے بس سارے دھندے اور مشغلے چھوڑ کر ہمہ تن دین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کہاں تو یہ عالم تھا کہ راتوں شراب و سنگیت کی محفلیں جمی ہوئی ہیں۔ اور کہاں یہ انقلاب آیا کہ ایک بہت بڑے محدث اور آسمان علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر دنیا پر چھا گئے۔

(بستان المحدثین ص ۱۵۵)

حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر شخص سے سوال کریں گے کیا میں نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ حق و باطل کو پہچان کر راہِ عمل اختیار کر لیتے۔ اور وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر اصحاب نے فرمایا کہ نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال ہیں۔ جب وہ ظاہر ہو جائیں تو بس سمجھ لو کہ رخصت کا وقت قریب ہے۔

علاماتِ موت

کسی نے ملک الموت سے سوال کیا اے موت کے فرشتے تم اچانک آجاتے ہو پہلے تھوڑا اشارہ ہی دیدیا کرو۔ کہ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی عدالتیں بھی مجرم کو سزائے جرم دینے سے قبل مطلع کر دیتی ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ اے غافل شخص تجھے خبر کہاں کہ تیرے سر میں سفید بالوں کا آجانا، چہرہ پر بڑھاپے کے آثار کا ظاہر ہو جانا، دانتوں کا گرنے لگنا، یہ ہمارے آنے کی خبر ہی تو ہے، کمر کا جھک جانا، بینائی کا کمزور ہو جانا، یہ موت کے آنیکا پیغام ہی تو ہے۔ لاعلاج بیماریوں کا لگ جانا، پوتوں پڑپوتوں والا ہو جانا۔ یہ ہمارے آنے کی اطلاع ہی تو ہے۔ تمہارے سامنے امیروں غریبوں کے جنازے اٹھنا، اچانک فساد کا بھڑک اٹھنا یہ پرچمِ موت ہی تو ہے۔

یاد رکھو میرے عزیزو۔ جب ملک الموت سر پر آکھڑا ہوتا ہے تو پھر لمحہ بھر بھی فرصت نہیں دیتا۔ اتنی بھی مہلت نہیں دیتا کہ کوئی کلمۂ توحید ہی پڑھ لے اور ایکبار زبان سے لا الٰہ الا اللہ ہی کہہ لے۔ یا کوئی اللہ

سے اپنے گناہوں کی معافی ہی طلب کرلے۔

غفلت کی نیند سونیوالوں کیلئے تذکرۂ ملک الموتؑ

حضرت یزید رقاشیؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں سے ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آرہا ہے یہ شخص نہایت غصہ میں اس کی طرف لپکا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور گھر میں آنیکی اجازت تجھے کس نے دی۔ اس نے کہا اس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جسکو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کیلئے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے میں ڈرتا ہوں نہ کسی مغرور متکبر شخص کے پاس پہنچنے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے اس کی یہ گفتگو سنکر وہ ظالم ہکا بکا رہ گیا۔ اور بدحواس ہو گیا۔ بدن بری طرح کانپنے لگا۔ اور ایکدم پیروں میں گر پڑا اور بہت ہی عاجزانہ الفاظ میں کہنے لگا کہ پھر تو آپ ملک الموت ہیں، فرشتے نے جواب دیا۔ ہاں میں وہی ہوں۔ اب وہ ظالم کہنے لگا کہ اچھا آپ مجھے بس اتنی مہلت دیدیجئے کہ میں ایک وصیت نامہ لکھدوں۔ ملک الموت نے کہا افسوس اب تیرا وقت ختم ہو چکا ہے اب ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں ہے اور ہم آنے کے بعد لوگوں کی مشغولیات کے ختم ہونے کا انتظار نہیں کرتے۔ صاحبِ مکان کہنے لگا۔ آپ مجھے کہاں لے جائیں گے

فرشتے نے کہا تیرے جو بداعمال آگے گئے ہوئے ہیں۔ انہی کے پاس لے جاؤں گا۔ جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا مل جائے گا۔ اس نے کہا میں نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کر رکھا ہے۔ فرشتے نے کہا پھر تو نزاعۃً للشویٰ کی طرف لے جاؤں گا۔ جس کا ترجمہ ہے یقیناً وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی۔ اور اسکو جس نے دنیا میں خدا کی بات سے منہ پھیرا اور بے توجہی برتی۔ اتنا کہہ کر فرشتے نے اسکی روح قبض کر لی۔ اور گھر میں کہرام بپا ہو گیا۔

اسلئے دوستو خدا نے ہمیں یہ چند لمحات اپنے اعمال پر غور و فکر کرنے کیلئے دیدیئے ہیں۔ ہمیں وقت کی قدر کرنی چاہیئے۔ نہیں تو وقت ہمیں مہلت نہ دے گا موت سے قبل زندگی انمول ہے۔ آج جو عمل کا موقع خدا اپنی توفیق سے دیدے وہ غنیمت ہے۔ اور اس کا پورا پورا فائدہ اٹھالو۔

جسطرح چور جب چوری کرتا ہے۔ تو مکان میں بیٹھ کر وہ کھیلتا نہیں۔ یا بیٹھ کر پلان نہیں بناتا۔ بلکہ منصوبہ پہلے سے تیار کر لیتا ہے، ضرورت سے فارغ ہو کر چوری میں مشغول ہوتا ہے۔ اور ایک منٹ بھی ضائع کئے بغیر کام پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اگر صاحبِ مکان اس کے کام میں خلل ڈالے تو وہ یا تو اس کو باندھ دیتا ہے یا گولی مار دیتا ہے۔

یہی وقت کی قدر ہمارے پاس نیک اعمال کے لئے ہونی چاہیئے

ہم اپنے وقت کو کھیل تماشوں اور سیر سپاٹوں میں ضائع کئے بغیر نیک اعمال میں سُرعت سے کام لیں۔ اور جتنا جلد ممکن ہو نیکی کر ڈالیں قرآن کریم میں حق جل مجدہٗ نے فرمایا ہے۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف جلدی (سورہ آل عمران (۱۳۳)) دوڑو دیر نہ کرو۔

دوستو وقت سونے چاندی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ سونا اگر کھو جائے یا چوری ہو جائے تو اور کمایا جا سکتا ہے لیکن اگر وقت چلا جائے تو پھر ساری دنیا بھی اس کے بدلے میں دیکر اگر ایک گھڑی بھی لوٹانا چاہے یہ بھی ممکن نہیں ہے، بلکہ وقت کی قیمت کے تذکرہ میں حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام کی صحبت پائی ہے، اور دیکھا ہے کہ انکو اپنی عمر کے لمحات اور واقعات پر بخل سونے چاندی کے دراہم اور دنانیر سے کہیں زیادہ تھا۔ یعنی جسطرح عام آدمی کی طبیعت سونے چاندی کی طرف مائل ہوتی ہے اور کسی کے پاس سونا چاندی آجائے تو اسے بڑی حفاظت سے رکھتا ہے۔ تاکہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اسی طرح وہ لوگ تھے۔ کہ سونے چاندی سے کہیں زیادہ اپنی عمر کے لمحات کی حفاظت کرتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عمر کا کوئی لمحہ کسی بیکار یا ناجائز کام میں صرف ہو جائے یہ حالت تھی صحابہ کرام کی اگر ہم ان کے نقشِ قدم پر چلیں تو پھر منزل آسان ہو جائے کوشش کریں کہ کوئی وقت ایسا نہ گذرے کہ جس میں کوئی نیک عمل نہ کیا

ہو۔یہی صورت ہے وقت کو گرفت میں لانے کی۔ ورنہ گزرے ہوئے وقت کا مداوا ناممکن ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

حاضرینِ مجلس آج ہم کوشش کریں۔ کہ کسی طرح ہمارے اوقات ضائع نہ ہوں۔ اور صبح وشام درپیش حالات سے سبق حاصل کریں کہ ہر عمل میں موت کا پیغام چھپا ہے۔ اللہ کے ذکر، اس کی یاد اور اس کی اطاعت سے کسی طرح بھی گریز نہ ہو۔

اللہ ہم عاجزوں اور بیکسوں کو اپنی توفیق کا سہارا دیکر عمل کی راہ پر گامزن کردے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو
(اقبال)

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم

دینی خیر مقدم
اور
رشتۂ اخوۃ

مفکرِ ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر، حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارن پور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارن پور

اگر اندر سے نکلے ساتھ لیکر دل کی آہوں کو
میری آواز پھر تو صور کی آواز بن جائے

دینی خیر مقدم
اور
رشتۂ اخوۃ

کاشف العلوم کی کاشفی جامع مسجد میں مؤقر مہمانوں کی آمد پر مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ کا ایک مخلصانہ بصیرت افروز بیان۔
(مرتب)

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان وشرفہ اللسان ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ونشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ، امابعد:۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

پلٹ دو فرش، ہلادو عرش اب بھی اے ناتوانوں تم
اگر تم سب کی آوازوں کی ایک آواز بن جائے

محترم مہمانانِ کرام، گرامی قدر سامعین، اور عزیز ساتھیو!

آج ہمارے لئے مسرت کی بات ہے کہ جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کی سرزمین پر مہمانانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم

کیونکہ وہ ایمانی اخوت کے بے پناہ جذبہ محبت کے ساتھ یہاں تشریف
لائے ہیں ـــــ یہ بھی استقبال مبارکباد ہی نہیں بلکہ لائق فخر
بات بھی ہے۔ یقیناً یہ ہمارے فلسطینی کی ایمانی حمیت وغیرت ہی کی
بات ہے کہ ہم ان مصروفیات کو پس پشت ڈال کر ان مہمانانِ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا۔ میں تمام ارباب حل وعقد
اور منتظمین جلسہ کی جانب سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور بارگاہ ایزدی
میں دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو اس کے بدلے اجر جزیل عطا فرمائے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ آج پوری ملت اسلامیہ ایک ایسے مضبوط بندھن میں بندھی ہوئی ہے۔ اگرچہ افراد اس کو بھی اسکو توڑنا چاہیں تو ممکن نہیں ہے اور وہ مبارک بندھن کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کا ہے۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو غیروں کو اپنوں سے بھی قریب کر دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں باری تعالیٰ عز اسمہ نے فرمایا ہے۔

انما المؤمنون اخوۃ	تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر
فاصلحوا بین اخویکم	نا اتفاقی ہو جایا کرے تو اپنے دو بھائیوں
(سورۃ الحجرات)	میں صلح کرا دیا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ روئے زمین کے کسی بھی خطہ میں بسنے والا کوئی بھی کلمہ گو شخص ہمارا بھائی ہے۔ خواہ وہ عجمی ہو یا عربی، کالا ہو یا گورا اور کسی بھی نسب سے تعلق رکھنے والا ہو۔ ہمارا بھائی ہے۔

دوستو ـــــ یہی وہ ایمانی رشتہ اخوۃ ہے جو ہر کس وناکس کو

ایک دوسرے کے لئے ہمدردی ومہربانی کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ تعارف نہ ہوتے ہوئے بھی ہر کلمہ گو کے دل میں ایک نرم گوشہ ہوتا ہے۔ کہ جب جب مومن بھائی کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے یا اس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو ہر مسلمان بے چین ہو جاتا ہے۔ اس کی خیر خواہی اور ہمدردی کو اپنا فرض اولین سمجھنے لگتا ہے۔

اگر یہاں سے ہزاروں میل دور کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ناحق ستایا جاتا ہے۔ تو یقیناً یہ ایمانی رشتہ اخوۃ ہمیں مضطرب کر دیتا ہے۔ اور مجبوری ہمارے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتی ہیں کہ اگر ہم میں حبہ برابر بھی ایمان ہے تو ہم ضرور بالضرور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ اگر بالفرضِ محال ہماری زبان کاٹ لی گئی ہے۔ تو روئے زمین پر بسنے والا کوئی بھی مسلمان اس فرض سے تو ہرگز بری ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اس کی تکلیف کو دل میں بھی محسوس نہ کرے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ عین ترجمانی ہے اس حدیث پاک کی کہ جس میں آقائے رحمت، محسن انسانیت، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَحُّمِهِمْ	مومنوں کی مثال آپس میں رحم کا معاملہ کرنے
وَتَعَاطُفِهِمْ۔ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى	محبت کرنے مہربانی کا سلوک کرنے میں جسم
عُضْوًا وَقَدْ اَتٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ	کی مانند ہے کہ جب کوئی عضو دکھتا ہے تو
بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى	بیداری و درد میں سارا جسم اس کا شریک
(مسلم شریف)	رہتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ تمام مومنین کی مثال آپس میں رحم کرنے اور ہمدردی کرنے میں اس جسم کی مانند ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہو جائے۔ یا اس میں کانٹا چبھ جائے۔ تو بدن کے دوسرے اعضاء اس وقت تک مضطرب و بے چین رہیں گے جب تک کہ وہ تکلیف دور نہ ہو جائے۔

محترم حاضرین مجلس

اب غور کیجئے کہ وہ کونسا تعلق ہے جس نے ان مہمانوں کو دور دراز علاقوں سے سفر کی صعوبتوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونے کے بعد بھی یہاں ہم بے نام افراد کی خبر گیری پر مجبور کر دیا۔ میرے پاس وہ آلہ نہیں ہے جس سے میں یہ بتا سکوں کہ وہ کون سی کیمیاوی تاثیر ہے یا وہ کون سی مقناطیسی قوت ہے۔ جوان کو اپنی تجارتی مشغولیات بھلا کر اس سفر کے لئے کمربستہ ہو جانے پر مجبور کر گئی۔ اس مسئلہ میں آپ کو میری شہادت دینی ہی پڑ جائے گی۔ کہ یقیناً وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طاقت ہے۔ اسی ایمانی رشتہ کی طاقت ہے

حضرات سامعین کرام۔

میں اسی ایمانی رشتۂ اخوۃ کے تابناک ماضی کی ایک جھلک پیش کر سکتا ہوں۔ کہ اس روحانی قوت نے کس طرح کروٹیں بدلیں۔ اور گردو پیش کے حالات کو کسطرح الٹ پلٹ کر رکھدیا، کس طرح باطل قوتوں کے مضبوط قلعوں میں رخنہ ڈالدیا۔ اور کس طرح اس ایمانی رشتۂ اخوۃ نے ظالم و جابر حکومتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ کس طرح سرکش قوموں میں بیداری کی لہر پڑ

پڑ گئی۔ اگر مجھے لب کشائی کی اجازت دی جائے تو میں کہوں گا۔

- کہ یہی وہ ایمانی رشتۂ اخوۃ کی طاقت تھی جس نے انصارِ مدینہ کو مہاجرینِ مکہ کے لئے بیویوں سے لے کر غلاموں تک دولت سے لیکر جائداد تک قربان کر دینا آسان کر دیا۔
- یہی وہ طاقت تھی جس نے عمر کو بتکدہ سے نکال کر نبیؐ کے حضور لا کھڑا کیا۔
- یہی وہ طاقت تھی جس نے سلمان فارسیؓ کو دربدر ٹھوکریں کھا کر بھی مسجدِ نبویؐ کے معلم کی تعلیم پر مجبور کر دیا۔
- یہی وہ طاقت تھی جس نے ابوایوب انصاریؓ کو راہِ جہاد میں جاں بحق ہونے پر مجبور کر دیا۔
- یہی وہ طاقت تھی جس نے نبیؐ کو دندانِ مبارک شہید کر دینے کے بعد بھی ناگوار الفاظ نہ کہنے دیئے۔
- یہی وہ طاقت تھی جس نے نبیؐ کو طائف کی گلیوں میں زخمی ہو جانے کے بعد بھی بددعا نہ دینے دی۔
- یہی وہ طاقت تھی جس نے نہتے مسلمانوں کو لیس و مسلح کافروں کی بڑی تعداد سے ٹکرانا آسان کر دیا۔

اب میں اس سے بڑھکر اور یوں کہوں گا۔

- کہ یہی وہ ایمانی رشتۂ اخوۃ کی باطنی تاثیر تھی جس نے قیصر و کسریٰ کے مضبوط قلعوں اور محلوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔

اسی رشتہ کی باطنی فیاضی تھی کہ حق جل مجدہٗ نے اسطرح فرمادیا۔

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ○

اگر تم بیس ہو تو دو سو پر غالب اور اگر تم سو ہو تو ہزار پر غالب آجاؤ گے۔ بایں وجہ کہ وہ قوم سمجھ نہیں رکھتی۔

دوستو ______ میں کن کن رشتوں کو گنواؤں کہ طوالتِ خطاب کا خوف مجھے روکتا ہے۔ ورنہ میں کہہ سکتا ہوں۔

- کہ ایک رشتہ والدین اور اولاد کا ہے۔
- ایک رشتہ میاں اور بیوی کا ہے۔
- ایک رشتہ بھائی بھائی کا ہے۔
- ایک رشتہ شاگرد اور استاذ کا ہے

لیکن ان سب رشتوں میں سب سے افضل اور پاک رشتہ کلمۂ توحید لاالٰہ الا اللہ کا ہے۔

- اگر یہ رشتہ سب سے افضل نہ ہوتا۔ تو زوجین میں ایک کے مرتد ہو جانے کے بعد بھی رشتۂ ازدواج باقی رہتا۔
- اگر یہ رشتہ سب سے افضل نہ ہوتا۔ تو مرتد اولاد باپ کی میراث سے محروم نہ ہو جاتی۔
- اگر یہ رشتہ سب سے افضل نہ ہوتا۔ تو کافر بھائی دفن کی بجائے مرگھاٹ میں خاکستر نہ کیا جاتا۔

اگر یہ رشتہ سب سے افضل نہ ہوتا۔ تو ابو بکرؓ بلالؓ جیسے ادنیٰ کالے کلوٹے غلام کو خطیر رقم دے کر نہ خریدتے۔

اگر یہ رشتہ سب سے افضل نہ ہوتا تو عمرؓ اپنے لاڈلے بیٹے کو دُرّوں پہ دُرّے نہ لگاتے۔

حاضرین کرام۔

آج یہ رشتہ ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم آپسی اونچ نیچ کو بھلا کر اپنے بھائیوں کو گلے لگالیں۔

آج اسی ایمانی رشتۂ اخوۃ کے تعلق سے تبلیغی چہل پہل ہو رہی ہے پوری دنیا میں دین کے داعی اس ایمان بالغیب کی لافانی قوت تاثیر کو یعنی دعوت الی اللہ کو پہونچانے کا عزم رکھتے ہیں۔ اور اپنی بساط کے مطابق سعی وجد وجہد میں منہمک و مصروف ہیں۔

آج باطل طاقتیں اسلام کو مٹانے پر تُلی ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ذرائع ابلاغ کو غلط استعمال کرکے مذہب اسلام کا روشن وتابناک چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔

آج پوری دنیا کا سروے کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہر ملک، ہر قوم آپسی رنجش کی آگ میں جل رہی ہے۔

طاقتور کمزور کو کھائے جارہا ہے
حاکم محکوم پر ظلم کررہا ہے
بھائی بھائی کو قتل کررہا ہے۔

ایک قوم دوسری قوم کے درپے ہو رہی ہے۔
لیکن اے میرے ایمانی بھائیو ــــ اٹھو ــــ اور پوری
دنیا کو للکار کر کہہ دو ــــ اے لوگو ــــ اگر تم آپسی رنجش
کو بھلا کر اتفاق و اتحاد چاہتے ہو۔ اگر تم ہمدردی کے خواہاں ہو۔ اگر
حاکم و محکوم کے تعلق کو استوار کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔ اگر غیروں کو
اپنا بنانا چاہتے ہو۔ اور رشتۂ اخوۃ کے مضبوط بندھن میں بندھ کر رہنا
چاہتے ہو۔

تو پھر آجاؤ ــــ اس امن کے پیغامبر کے پیغام کے
سائے تلے۔ جس نے فرمادیا۔

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون — اے لوگو لا الہ الا اللہ کہدو، کامیاب ہو جاؤ گے۔
(حدیث)

دوستو آج عہد کرلو

کہ ہم اس ایمانی رشتۂ اخوۃ کے پیغام کو لے کر پوری روئے زمین
میں پھریں گے۔ اور حتی المقدور کوشش کریں گے۔ کہ ساری دنیا
اللہ جل شانہ وعم نوالہٗ اور آقائے مدنی، سرور کونین محمد مصطفٰے صلی اللہ
علیہ وسلم کے مبارک طریقے کے سائے تلے ایک ہو جائیں۔

جب تک ہماری رگوں میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی ہے۔
اسوقت تک ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ
سے انحراف نہ کریں گے۔ اور یہی کہتے کہتے جان ــــ جان آفریں

کے سپرد کردیں گے۔

یاایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون
یاایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون

حق تعالےٰ ہماری اس عرض کو شرف قبولیت سے نوازدے۔
آمین ثم آمین
وماعلینا الا البلاغ

یوں تو اس قادر و قیوم کی رحمت ہے عام
پر مقدر سے ملا کرتا ہے توحید کا جام
(محمد احمد پرتاب گڈھی)

وبالوالدین احسانا

اطاعتِ والدین

مفکرِ ملت، خطیب العصر حضرت اقدس مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ، مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر، حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ، ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارن پور

ان کی مرضی پر ہیں قرباں انکی مرضی پر نثار
زندگی کہتے ہیں اسکو یہ ہے شانِ زندگی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

امابعد۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

ازخدا خواہیم توفیقِ ادب ؎ بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

محترم بزرگو اور دوستو :۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا بے پایاں انعام واحسان ہے کہ اس نے محض اپنے لطف وکرم سے روحانی ونورانی محفل میں جمع ہونے کی توفیق عطا فرمادی۔

ے الله اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

جگر مرادآبادی نے اسی مضمون کو کیا خوب کہا ہے۔ ے

تیری طلب بھی انہیں کے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

برادرانِ اسلام

میں نے حمد و صلوٰۃ کے بعد سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ ان میں باری تعالیٰ عز اسمہٗ نے چند احکامات توحید کے بعد والدین سے متعلق بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا	اور تیرا پروردگار حکم کر چکا کہ نہ عبادت کرو
اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا	لیکن صرف اسی کی۔ اور والدین کیساتھ اچھا
يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا	سلوک کرو اگر تیرے سامنے وہ دونوں یا ان میں سے
اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ	کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے اور تو انکو ہُوں اور
وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا	ہاں بھی نہ کہہ اور نہ انکو کبھی جھڑک بلکہ ان سے دھیرے
كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا	بات کر اور جھکا دے اپنے کندھوں کو انکے سامنے
جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ	نیازمندی سے اور رب سے ان کیلئے دعا کیا کر۔
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ	کہ اے پروردگار ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے
صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ	مجھے بچپن میں پالا ہے اور صرف ظاہری تعظیم پر
نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا	اکتفا مت کرنا دل میں بھی پورا احترام کرنا کیونکہ

صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ	خداوند عالم دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے اگر
لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝	فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادتمند ہوگے اور خدا کی
	طرف رجوع ہو کر اخلاص و حق شناسی کیساتھ ان
	کی خدمت کروگے تو وہ بخشنے والا ہے۔

محترم حاضرین ـــــــ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر علامہ قرطبی یوں بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے والدین کے ادب و احترام اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا۔

ایک مقام پر فرمایا۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ	میرے شکر کیساتھ والدین کا بھی شکر ادا کرو۔

کیونکہ اصل خالق تو باری تعالیٰ ہیں۔ لیکن دنیا میں آنے کا ذریعہ پرورش اور تربیت کا وسیلہ والدین بنے ہیں ـــ اللہ تعالیٰ ربِ حقیقی ہیں۔ ماں باپ ربِ مجازی ہیں۔ کبھی غور نہیں کیا ہے۔ کہ والدین نے تیری پیدائش اور پرورش میں کتنی مشقت اور تکلیف اٹھائی ہے۔ تری ولادت کے وقت ماں پر کیا گزری۔ دردِ زہ نے اسے کس قدر تڑپایا۔ سب مصیبتیں خوشی خوشی جھیل کر تجھ کو آغوشِ محبت میں لیکر اپنے خون کو دودھ بنا کر پلایا۔

افسوس صد افسوس زیادہ وقت گذرنے نہیں پاتا کہ انسان والدین کے احسانات بھلا دیتا ہے ـــــــ لیکن عرشِ عظیم کے مالک نے اسے بھلایا نہیں ہے۔ بلکہ اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ ماں باپ

کیلئے حسنِ سلوک کا حکم دیکر انکے مقام و مرتبہ کو اور بلند کر دیا ہے۔

آقائے رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نماز اپنے مستحب وقت میں۔ اسی شخص نے پھر دریافت کیا۔ کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے۔ تو آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

ایک اور روایت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ باپ جنّت کا درمیانی دروازہ ہے اب تمہیں اختیار ہے چاہے اس کی حفاظت کر لو یا ضائع کر دو

وَاِنْ ظَلَمَا

ابن ماجہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں ہی تیری جنّت یا دوزخ ہیں ـــــــ مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت و خدمت جنت میں لے جاتی ہے ان کی بے ادبی اور ناراضگی دوزخ میں لے جانیوالی ہے۔ اس سے بھی بڑھکر ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ دوزخ اور جہنم کی وعید کیا اس صورت میں بھی ہے۔ کہ ماں باپ نے اس شخص پر ظلم کیا ہو ـــــــ دوستو۔ غور کرنے کا مقام ہے اللہ کے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔

وانِ ظلما	وان ظلما	وان ظلما
ہاں اگرچہ ظلم کیا ہو	ہاں اگرچہ ظلم کیا ہو	ہاں اگرچہ ظلم کیا ہو

ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ستانے پر جہنم کی وعید ہے۔ خواہ ماں باپ نے ہی لڑکے پر ظلم کیا ہو۔ اولاد کو ماں باپ سے انتقام لینے کا حق نہیں۔

حج مقبول کا ثواب

اللہ کے پیارے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو خدمت گذار بیٹا اپنے والدین پر رحمت و شفقت سے نظر ڈالتا ہے۔ تو ہر نظر کے بدلے ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا آقا و مولیٰ اگر کوئی شخص دن میں سَو مرتبہ اسی طرح نظر ڈالے ـــــ آپ نے فرمایا (فداہ امی وابی) یہی ثواب ملتا رہے گا۔ اور وہ شخص جس نے والدین کی خدمت کی اور وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ اس سے خوش تھے۔ ایسا شخص کبھی بھوکا نہیں سوئے گا۔ اور رزق کی اس پر فراخی ہوگی۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ علم چاہیئے تو استاذ کی خدمت کر، دولت چاہیئے تو والدین کی خدمت کر، دونوں جہاں میں سربلند ہو جائے گا۔

دنیا ہی میں ادبار

ایک حدیث میں آیا ہے کہ باری تعالیٰ سب گناہوں کی سزا جس کے لئے چاہیں آخرت تک کے لئے مؤخر فرما دیتے ہیں۔ مگر والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں دیجاتی ہے۔ دوستو یاد رکھنے کی بات ہے کہ والدین کی بد دعا اولاد کے حق میں فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ اور عرش پر اس کی قبولیت میں دیر نہیں لگائی جاتی۔

تجربہ شاہد ہے کہ جس نے بھی والدین کو ناجائز ستایا اور ایذا دی وہ سکون سے زندگی نہیں گذار سکا۔ یعنی اس کی اولاد نے اس کے ساتھ اس کے ماں باپ سے بڑھ کر بدسلوکی کی ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا اگر والدین کی کوئی بات ناگوار ہو اور حال کے مناسب نہ ہو تو اس پر خاموشی اختیار کر لی جائے۔ یہ اولاد کے حق میں زیادہ بہتر اور سود مند ہے کیونکہ اولاد کا الٹ کر جواب دینا تو درکنار قرآن نے فرمایا۔ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ تم ان کو ہوں، ہاں یعنی اُف بھی نہ کہو اور اللہ کے نبی کا فرمان اگرچہ تم پہ ظلم ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ تمہیں والدین سے انتقام لینے کا حق نہیں ہے کیونکہ والدین کے احسانات کا بدلہ کسی بھی اولاد کے لئے ممکن نہیں ہے

والدین کی نافرمانی میں ہلاکت ہی ہلاکت

مسلم شریف میں ہے کہ اللہ کے حبیب نے فرمایا۔ کہ اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کس کی۔ فرمایا۔ جو اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے۔ اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے۔ یعنی ان کی خدمت سے محروم رہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام محسنِ انسانیت کے پاس آئے اور بددعا دی یوں کہا اے اللہ کے رسول ہلاک اور برباد ہو وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کے عالم میں پائے۔ اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرے

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمایا۔

غور تو کرو بھائیو ـــــــ آج والدین کے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہے کس نگاہ سے ہم انہیں دیکھتے ہیں۔ اور کس طرح ہم ان کی خدمت سے جان چراتے ہیں۔ اور کس طرح ہم ان کے ساتھ گالی گلوچ کرتے ہیں

حالانکہ بددعا دی جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے جو کہ تمام ملائکہ کے سردار اور اللہ کے پیغامبر ہیں۔ اور اس پر مزید یہ کہ اس بددعا پہ آمین بھی تمام انبیاء کے سردار، شافعِ محشر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سوچئے کہ کیا اس نافرمان اور محروم القسمت شخص کی ہلاکت میں کوئی شبہ ہے۔ یقیناً وہ شخص ضرور برباد ہو جائے گا۔

نافرمانوں کے لئے عبرت

قرطبی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور شکایت کی۔ کہ میرے باپ نے میرا سارا مال لے لیا ہے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنے والدین کو بلا کر لاؤ۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی۔ کہ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ اور عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کا باپ آجائے تو آپ اس سے پوچھیں۔ کہ وہ کلمات کیا ہیں، جو اس نے اپنے دل میں کہے ہیں۔ حالانکہ خود اس کے کانوں نے بھی نہیں سنے اور اس علیم و خبیر نے سن لئے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے باپ کو بلا کر لے آیا۔ تو آپ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے مشفقانہ انداز میں پوچھا۔ کیا بات ہے آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے

کیاآپ اس کا مال چھین لے رہے ہیں۔ باپ نے عرض کیا اللہ کے نبی آپ خود اسی سے سوال فرمائیں۔ کہ میں اسکی پھوپھی، خالہ اور اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں۔ اتنا سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا۔ اِیۃ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ دیکھ لی حقیقت جس پر تونے واویلا مچایا تھا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول نے اس والد سے فرمایا۔ کہ تم وہ کلمات بتاؤ کیا ہیں جو تم نے اپنے دل میں کہے ہیں۔ اور جن کو ابھی تک تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا ہے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ آج میرا یقین آپ کی صداقت پر اور بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ سوائے خدا کے اس بات کو کوئی نہیں جانتا۔ اور اس کی اطلاع آپ کو ہوگئی ہے۔

عرض کرنے لگا یہ حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار اپنے دل دل میں کہے تھے جو میرے کانوں نے بھی نہیں سنے۔ چنانچہ اس نے بارگاہ نبوی میں وہ اشعار سنائے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ۔

"میں نے تجھے بچپن میں غذا دی۔ اور جوان ہونے تک تمہاری ذمہ داری اٹھائی تمہارا سب کھانا، پینا، پہننا میری ہی کمائی سے تھا جب کسی رات تم بیمار ہوئے تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کی وجہ سے جاگ کر گذار دی گویا تمہاری بیماری مجھے ہی لگ گئی۔ جس کی وجہ سے تمام شب روتا رہا، میرا دل تمہیں بیمار دیکھ کر ڈرتا رہا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ پھر جب تم اس عمر کو پہونچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا ـــــــ تو تم نے میرا

بدلہ سخت کلامی سے دیا۔ گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان کررہے ہو۔ ہاں افسوس اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ تو کم از کم اتنا ہی کرلیتے۔ جیسے ایک شریف پڑوسی اپنے پڑوسی کے ساتھ کرلیتا ہے" کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا۔

ہادیٔ برحق، شفیع امت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درد بھرے اشعار اور کلمات سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا۔ اور فرمایا

انت ومالک لابیک، جا تو بھی تیرا مال بھی تیرے باپ کا ہے۔

دوستو ـــــ والدین کا درجہ مذہب اسلام میں انتہائی اعلیٰ وارفع ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو والدین کی خدمت کرکے اپنی دنیا و آخرت بنالیتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے والدین کو ایذا دیتے ہیں ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کا انجام خطرہ میں ہے۔

عاقبت خطرہ میں ہے

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں۔ اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مقام کو نہ کوئی غوث پہنچ سکتا ہے نہ قطب۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے۔ صحابہ تلقین کررہے ہیں۔ کوشش کے باوجود کلمہ زبان سے جاری نہیں ہورہا ہے۔ اس تشویشناک حالت کی اطلاع دینے کیلئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ علقمہؓ کے والدین زندہ ہیں عرض کیا

گیا کہ صرف والدہ حیات ہیں۔ جو بہت بوڑھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ کو انکے پاس بھیجا۔ کہ ان سے کہدو۔ اگر وہ میرے پاس آسکیں تو آجائیں۔ ورنہ میں خود آتا ہوں، حضرت بلالؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام پہونچا دیا، کہنے لگی میری جان آپ پر قربان میں خود ہی خدمت عالیہ میں حاضر ہونگی۔ چنانچہ ڈنڈے کے سہارے آپہونچی اور سلام کرکے بیٹھ گئی آپنے سلام کا جواب دیکر فرمایا۔ جو میں پوچھوں سچ سچ بتانا اور جھوٹ بولوگی تو مجھے بذریعہ وحی معلوم ہو جائیگا۔ بتاؤ علقمہ کا کیا حال ہے، کہنے لگی بہت کثرت سے روزے رکھتا ہے خوب نماز پڑھتا ہے۔ خیر خیرات کا کوئی حد و حساب ہی نہیں اللہ کے نبی نے فرمایا تمہارے اور اسکے تعلقات کیسے ہیں۔ عرض کیا کہ میں اس سے ناراض ہوں۔ پوچھا کیوں؟ اسلئے کہ وہ میرے مقابلہ میں اپنی بیوی کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کی بات زیادہ سنتا اور مانتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس یہی وجہ ہے کہ ماں کی ناراضگی نے علقمہ رضؓ کو کلمہ پڑھنے سے روک دیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ دیکھو علقمہ رضؓ کا آخری وقت ہے اور وہ اسوقت تنگی کے عالم میں ہے۔ تم اسے معاف کردو۔ تاکہ وہ کلمہ پڑھ لے۔ ماں نے کہا میں اسے ہرگز معاف نہ کرونگی کیونکہ اس نے میرا دل بہت دکھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال تم جاکر لکڑیاں جمع کرکے لاؤ تاکہ میں علقمہ کو آگ میں جلادوں۔ اتنا کہنا تھا کہ بوڑھی ماں گھبرا اٹھی۔ اور عرض کرنے لگی اے اللہ کے نبی کیا آپ میرے بیٹے کو میری آنکھوں کے سامنے جلائیں گے۔ میں یہ کسطرح برداشت کرسکوں گی۔ آپ صلعم نے

فرمایا کہ اللہ کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت اور دائمی ہے۔ اگر تم یہ چاہتی ہو کہ اللہ تمہارے بیٹے کو معاف کردے تو تم اسے معاف کرکے راضی ہوجاؤ۔ خدا کی قسم تمہاری رضا کے بغیر اسکے نماز، روزے بالکل کام نہ آئیں گے۔ فوراً ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی۔ یارسول اللہ صلی آپکو، اللہ کو، اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر کہتی ہوں۔ میں نے علقمہ کو معاف کردیا۔ اور میں اس سے راضی ہوگئی۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا بلال جاکر دیکھو علقمہ کی زبان پر کلمہ جاری ہوا یا نہیں۔ حضرت بلالؓ جیسے ہی دروازہ پر پہونچے علقمہ رضؓ کی آواز کان میں پڑی کہ وہ باآواز بلند پڑھ رہے تھے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور قبرستان میں آپنے نہایت دردانگیز تقریر فرمائی۔

"اے مہاجرین و انصار کی جماعت تم میں سے جو اپنی بیوی کو ماں پر فضیلت اور ترجیح دے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس کے فرائض و نوافل قبول نہیں۔

آج سے تمام حاضرین و (قارئین) سامعین عہد کریں کہ ہم والدین کی اطاعت و فرماں برداری میں ذرا کسر باقی نہ چھوڑیں گے۔ بلکہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ہمارے والدین ہم سے راضی رہیں۔ تاکہ اللہ ہم سے راضی ہوجائے

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا

توبہ

گناہوں کی معافی کا واحد علاج

مفکر ملت، خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ، مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ، ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارن پور

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارن پور

در فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

توبہ

گناہوں کی معافی کا واحد علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وبہ نستعین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ الکریم

امابعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن العظیم
اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وتوبوا الی اللہ جمیعًا ایها المومنون لعلکم تفلحون قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم التوبۃ ھی الندامۃ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
وہ قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے (علامہ اقبال)

محترم بزرگو اور دوستو

آج کی اس مجلس میں ایک ایسا موضوعِ سخن لے کر بیٹھا ہوں ۔ جو
باری تعالیٰ کی شانِ بے نیازی اور بے پایاں رحمت کا ایک نمونہ ہے ۔ اور وہ
توبہ ہے ۔

توبہ اللہ کی ایک ایسی عظیم نعمت ہے۔ اور ذات انسانیت پر وہ احسان ہے کہ جس کا بیان زبان وقلم کی حدود سے بالاتر ہے۔ کیونکہ توبہ سے انسان ولایت کا درجہ پالیتا ہے۔ معبود حقیقی کا محبوب و برگزیدہ بندہ بن جاتا ہے توبہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے کا بہترین نسخہ ہے خدائے عزوجل نے قرآن حکیم میں اس نکتہ پر عجیب پیرایۂ بیان میں روشنی ڈالی ہے۔ کہ دل بھر بھر آتا ہے اللہ کی ایسی قیمتی نعمت ہمارے گرد و پیش منڈلا رہی ہے اور ہم خواب غفلت میں ہیں بے شک انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ اور ہر وقت خطائیں ہوتی رہتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خطاؤں کی معافی کا ذریعہ توبہ رکھا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایها المؤمنون لعلکم تفلحون	اے ایمان والو سب مل کر اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ سب کامیاب ہو جاؤ
(سورۂ نور آیت ۳۱)	

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

ومن یعمل سوءا اویظلم نفسه ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما	جو شخص بھی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے معافی طلب کرے تو وہ ہر حال میں اللہ کو معاف کرنے والا ہی پائے گا
(سورہ نساء آیت ۱۱۰)	

اور ایک اور جگہ تو بالکل ہمارے حال کی عین ترجمانی فرما کر اور زیادہ وضاحت کی ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما	اگر وہ لوگ اپنی جان پر گناہوں کا بوجھ لاد کر اے نبی تیرے پاس آئیں اور وہ اللہ سے بھی معافی طلب کریں اور رسول بھی ان کی تائید کرے تو یقیناً وہ اللہ کو معاف ہی کرنے والا پائیں گے
(سورہ نساء آیت ۶۴)	

حضرات سامعین کرام

یہ آیات اور ان جیسی بے شمار آیات ایسے مضامین سے بھری پڑی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے گناہ گار بندو اگر تم اللہ سے سچی معافی طلب کروگے۔ تو اللہ کی ذات بڑی بے نیاز ہے یقیناً تم اس کو معاف کرنے والا ہی پاؤ گے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کسے کہتے ہیں اس کے بارے میں مفسرین قرآن نے فرمایا ہے کہ توبہ تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے **اول** اپنے کئے ہوئے گناہ کو گناہ سمجھنا اور اس پر نادم شرمندہ ہونا۔ **دوم** اس گناہ کو بالکل چھوڑ دینا **سوم** آئندہ کیلئے دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم و ارادہ کرنا ——— اگر ان تین چیزوں میں سے ایک کی بھی کمی ہوئی تو وہ توبہ نہیں کہلائے گی۔ اس حقیقت سے معلوم ہوا کہ محض زبان سے "اللہ توبہ اللہ توبہ" کے الفاظ بول دینا نجات کیلئے کافی نہیں۔ جب تک یہ تینوں چیزیں جمع نہ ہوں۔ یعنی گذشتہ پر ندامت اور حال میں اس کا ترک اور مستقبل میں اسکے نہ کرنیکا عزم و ارادہ

انسان جب حالتِ ندامت میں اللہ کے آگے گرم گرم آنسو بہائے گا تو اللہ کی رحمت کو کیوں اس پر پیار نہ آئے گا اور آنسوؤں کی قیمت اللہ کے یہاں سونے چاندی سے بھی زیادہ ہے۔ اسی مضمون کو علامہ اقبالؒ نے دہرایا ہے۔ ؎

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
وہ قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

حضرات۔ آج ہم سب اپنے گناہوں کے سبب اللہ کے مجرم ہیں، اور مجرم کی سزا قید بامشقت ہوتی ہے۔ اللہ کا قید خانہ (دوزخ) اور وہاں کی مشقت کا تحمل ہم میں نہیں ہے۔ دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ ہم نے اپنی نفسانی خواہشات کے اتباع کی وجہ سے اللہ کے حکم اور رسول کے طریقے کو پسِ پشت ڈال دینے کی وجہ سے جو اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ جس کے سبب ہم رحمتِ خداوندی سے دور ہو گئے ہیں۔ اب اس عاصیانہ زندگی کا کیا ہوگا۔ آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ کہ آخرت کی ذلت و رسوائی اور دوزخ کے احوال جان کر دل تڑپ اٹھتا ہے، بدن لرز جاتا ہے۔ کہ آخر اب ہمارے گناہ کے تدارک کی کیا صورت ہو۔ کس طرح سرخروئی حاصل کریں

محسنِ انسانیت آقائے مدنی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک جملہ میں مسئلہ کا حل ارشاد فرما دیا۔ کہ اے مری امت ہراساں نہ ہو ابھی اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا۔ اس حال میں کہ گذشتہ پر ندامت اور آگے گناہ نہ کرنے کا عزم کر ابھی اللہ تیرے گناہوں کو معاف کرے گا۔

التوبۃ ھی الندامۃ — توبہ نام ہی ندامت کا ہے۔

(الحدیث)

جگر مرادآبادی نے اس کی ترجمانی اسطرح کی ہے۔

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

طبرانی کی روایت ہے کہ آقائے مدنی نے فرمایا۔

التائب من الذنب — گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا
کمالاذنب لہ — کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

جیسے ایک شخص ناپاک ہو جائے اگر وہ غسل کرلے تو پاک ہو جاتا ہے، اگر ہاتھ پاؤں غبار آلود ہو جائیں یا ان پر میل چڑھ جائے جسطرح وہ دھونے اور رگڑنے سے صاف ہو جاتے ہیں اسی طرح توبہ کرنیوالے کا حال ہے۔ کہ جب وہ سچے دل سے توبہ کرلیتا ہے۔ تو گناہوں کا میل توبہ کے پانی سے دُھل جاتا ہے۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید

اللہ کی بے پایاں رحمت تو انسان کے ارد گرد منڈلاتی رہتی ہے۔ کہ کب یہ نادم ہو اور کب میں اس پر نچھاور ہو جاؤں۔ کب یہ ہاتھ اٹھائے اور کب میں اس کی جھولی بھر دوں۔ کب یہ لب کھولے اور کب میں اس کی ستاری کروں۔ کب اس کی آنکھوں سے موتیوں کی لڑی نکلے اور کب میں اس کی مغفرت کردوں۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رات کو ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ دن کو گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرلے۔ اور دن میں ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ رات کو گناہ کرنیوالے کی توبہ قبول کرلیں (اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہوجائے (قیامت آجائے)

میرے عزیزو اب غور کرو اللہ کی رحمت ہر لمحہ متوجہ ہے کاش ہم بھی اس کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ اللہ بار بار معاف کرنے سے تھکتا نہیں بلکہ مانگنے والا تھک جاتا ہے۔ شیخین کی ایک روایت ہے کہ ایک بندے نے گناہ کیا۔ پھر کہا اے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے۔ مجھے معاف فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جسکی پکڑ بہت سخت ہے لیکن وہ ستار العیوب ہے اس لئے میں نے اسے بخش دیا۔ بعدازاں وہ پھر گناہ کر بیٹھا۔ پھر عرض کرنے لگا اے پروردگار میں نے دوبارہ گناہ کرلیا مجھے معاف فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جسکی پکڑ بہت سخت ہے لیکن وہ ستار العیوب ہے۔ اسلئے میں نے اسے بخش دیا۔

بعدازاں وہ پھر گناہ کر بیٹھا اور عرض کرنے لگا اے پروردگار میں نے ایک اور گناہ کرلیا مجھے معاف فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر وہی فرمایا۔ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جس کی پکڑ بہت سخت ہے میں نے اسے پھر بخش دیا۔ اب وہ جو چاہے کرے، یعنی جب جب معافی طلب کرے گا تب تب میں معاف کرتا رہوں گا۔

اللہ کو بندے پر اسوقت سب سے زیادہ پیار آتا ہے۔ جب وہ بتضرع بارگاہ الٰہی میں خود کو مجرم گردانتا ہے اور رحمت حق کا طالب ہوتا ہے۔ اس لئے ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اس لئے اسے حیا آتی ہے کہ وہ اکیلا ساری کائنات کا خالق و مالک ہے دوسرا اس جیسا کوئی نہیں۔ اب کوئی بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوا اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دے اور وہ تہی دامن اسے واپس کردے۔ ہاں جو لوگ اللہ سے توبہ نہ مانگیں وہ بہت برے ہیں۔ کہ اللہ ایسے لوگوں کی طرف سے روئے مبارک پھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ ہرگز ہرگز ایسی قوم کو پسند نہیں کرتا۔

چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں اللہ کے پیارے حبیب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اے لوگو اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہیں کروگے اور پھر معافی نہیں مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ کر دوسری قوم لائے گا جو گناہ کرے گی پھر معافی مانگے گی اور اللہ انہیں معاف کرے گا۔ یقیناً اللہ کو معاف کرنا بہت ہی پسند ہے۔ بشرطیکہ سچی توبہ کرتا رہے خدا ہم جیسے سیہ کاروں کو اسکی توفیق دیتا رہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ راستے سے چلے جارہے تھے سامنے سے ایک شخص ثقہ صورت شراب کی بوتل ہاتھ میں لئے آرہا تھا حضرت عمرؓ کی صورت دیکھی تو بوتل فوراً بغل میں دبالی اور خوف کی وجہ سے اس کا بدن لرزنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔ اگر عمر کو پتہ چلا تو جان سے ہی مار ڈالیں گے۔ چنانچہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ وہ ارحم الراحمین کیطرف

متوجہ ہوجاتے مارے گھبراہٹ کے اس نے دل ہی دل میں بارگاہِ ایزدی میں آہ وزاری شروع کردی، اور عرض کرنے لگا کہ اے اللہ اگر تونے آج میری ستاری کرلی ۔ تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں ۔ کہ پھر کبھی شراب نہ پیونگا ۔ اے اللہ آج مجھے جان کی امان دیدے میں کبھی تیرے خلاف نہ کرونگا ــــــ ابھی یہ توبہ کرہی رہا تھا کہ عمر قریب آگئے ۔ کہنے لگے اتنی سخت دھوپ میں کہاں جارہے ہو ۔ اور یہ بغل میں کیا دبا رکھا ہے ۔ اے امیر المومنین یہ تو دودھ ہے گرم تھا اس لئے بغل میں دبا رکھا ہے ۔ فرمایا ۔ بھلا گرم دودھ کوئی بغل میں دبایا کرتا ہے ــــ دکھاؤ ـــ امیر المومنین کا یہ کہنا تھا ۔ کہ چہرہ پر پسینہ آگیا ڈرتے ، کانپتے وہ بوتل بغل سے نکالی اللہ اکبر خداوند قدوس نے اس کی توبہ قبول کی ۔ اور وہ شراب حقیقت میں دودھ ہی بن گئی ۔ سچ ہے جس نے اس سے مانگا وہ ناکام نہیں رہا ، جس نے اس سے فریاد کی اسکی سنی گئی ۔ جس نے اسے پکارا اس کی مدد کی گئی ۔ بار بار گناہ کئے بار بار معاف کردیا گیا ۔

میرے دوستو ــــ اگر تمہارے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہونگے تو ندامت کا ایک آنسو ہی انکو مٹا دے گا ۔ دل کی حالت سے وہ عرش عظیم کا مالک بخوبی واقف ہوتا ہے ۔ وہ زبان کو حرکت دینے یا ہاتھ کو پھیلانیکا محتاج نہیں بلکہ کیفیت قلب پر فیصلے فرما دیتا ہے ۔ ایک لفظ "اللہ توبہ" سچے دل سے نکلا ہوا ۔ بڑے بڑے عاصیوں کو ولایت کے مقام سے سرفراز کرا دیتا ہے آنکھوں میں نور دل میں سرور پیدا کردیتا ہے ۔

توبہ نصوح رحمتِ خداوندی کا بہترین نمونہ

عرصہ دراز قبل ایک نصوح نامی شخص تھا ۔ جو دراصل مرد تھا مگر شکل و صورت اور آواز عورتوں جیسی تھی ۔ یہاں تک کہ لباس بھی انہیں جیسا پہنتا تھا ۔ شاہی محلات میں بیگموں اور دختران شہنشاہ کو نہلانے ، میل نکالنے اور ان کی دیگر پوشیدہ خدمات پر مامور تھا ۔ لیکن اس کے مرد ہونے کا کسی کو شک نہ تھا ۔ جسکی وجہ سے اس سے اسطرح کی خدمات لی جاتی تھی ۔ مرد ہونے کی وجہ سے دختران شہنشاہ کی مالش وغیرہ کے وقت ان سے لذت بھی خوب پاتا تھا ۔ مگر دل کا بہت نرم تھا ۔ اور جب جب اس علیم و خبیر کا خیال دل میں آتا تو ڈرتا بھی بہت تھا ۔ بارہا توبہ کی مگر ظالم نفس اس کی توبہ کو پھر توڑ دیتا تھا ۔ چنانچہ اس نے ایک روز سنا کہ یہاں کوئی ولی کامل بزرگ آئے ہوئے ہیں وہ بھی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور عرض کیا ۔ اے عارف باللہ مجھ عاصی کیلئے دعا کیجئے گا ۔ انہوں نے دعا کردی ۔ اس کے بعد بھی وہ ہر چند کوشش کرتا تھا کہ اس کی توبہ نہ ٹوٹے ۔ مگر پھر ناکام ہوجاتا تھا ۔ چنانچہ ایسے وقت جبکہ نصوح محل میں تھا ۔ اور جملہ خادمائیں موجود تھیں ۔ آواز آئی کہ بیگمات کا ایک بیش قیمت موتی گم ہوگیا ہے ۔ تلاش کیا جائے ۔ ہر ممکن کوشش کی گئی مگر نہ ملا ؎

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید
ہر کہ ہستید از عجوز واز نو بد

آواز آئی کہ تمام خادمات عریاں ہوجائیں ۔ چاہے وہ جوان ہوں یا

بوڑھی۔ اس آواز کا سنا تھا کہ نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا۔ حواس باختہ ہو گئے۔ کیونکہ یہ مرد تھا اور ایک طویل عرصہ سے عورت کے بھیس میں خادمہ بنا ہوا تھا بہت گھبرا گیا کہ آج تو راز کھل ہی جائے گا۔ اور رسوا ہو جاؤں گا۔ اور بادشاہ غیرت کی وجہ سے اپنی عزت وناموس کا مجھ سے انتقام لے گا۔ اور مجھے قتل سے کم سزا نہ ہوگی۔ کہ میرا جرم نہایت سنگین ہے ؎

آں نصوحؔ از ترس شد در خلوتے
روئے زرد ولب کبود از خشیتے

نصوح تنہائی میں گیا۔ کہ خوف ودہشت سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے ہو رہے تھے۔ موت سامنے نظر آرہی تھی۔ اور مثل برگ لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں سجدہ میں گر گیا اور رو رو کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنے لگا۔ ؎

گفت یارب بارہا برگشتہ ام
توبہا و عہدہا بشکستہ ام

اے پروردگار بارہا میں نے راستہ کو غلط کیا ہے اور ان گنت بار عہد پیماں توڑے ہیں۔ بس اے پروردگار اب تو میرے ساتھ ستاری کا وہ معاملہ کرلے جو تیری شانِ بے نیازی کے لائق ہے۔ اگر موتی کی تلاشی کی نوبت خادمات سے گذر کر مجھ تک پہونچی ہائے افسوس میری جان کو کس قدر سخت اور بلا کا عذاب چکھنا پڑے گا۔ ؎

گر مرا ایں بار ستاری کنی ۔۔۔ توبہ کردم من زہرنا کردنی

یا اللہ اگر تو نے اس بار میرے گناہ پر پردہ ڈالدیا۔ اور میرے رسوا کن جرم کی پردہ پوشی کرلی تو میں توبہ کرتا ہوں۔ کہ آئندہ ایسا گناہ ہرگز نہ کروں گا جو تیرے غضب کا سبب ہو۔ میرے کریم میرے جگر میں سینکڑوں شعلے بھڑک رہے ہیں۔ آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیں کہ میں کس طرح بیکسی بیقراری اور درد سے فریاد کر رہا ہوں۔

ابھی نصوح یہ دعا کر ہی رہا تھا۔ کہ یہ آواز آئی اے نصوح سب کی تلاشی ہوچکی۔ اب سامنے آ اور برہنہ ہوجا۔ یہ سننا تھا نصوح اس خوف سے کہ ننگے ہونے سے میرا پردہ فاش ہوجائے گا۔ بے ہوش ہوگیا۔ نصوح کے اس بے قراری اور آہ وزاری پر اللہ کی رحمت کچھ ایسی نچھاور ہوئی کہ نصوح کے گناہ معاف فرما کر اسکی توبہ کو قبول کرلیا۔ اور اس کی پردہ پوشی وستاری کے انتظامات فرما دیجئے۔ چنانچہ ایک دم آواز آئی کہ گم شدہ موتی مل گیا ہے ؎

آں نصوح رفتہ بار آمد بخویش
دیدہ چشمش تابش صد روزہ بیش

وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آگیا۔ اور اسکی آنکھوں میں سینکڑوں دنوں سے زیادہ چمک دکھائی دیرہی تھی اس لئے کہ بے ہوشی کے عالم میں نصوح کی روح کو باری تعالیٰ نے تجلیاتِ قرب کا مشاہدہ کرادیا تھا نصوح کو غمزدہ اور نڈھال پاکر شاہی خاندان کی ساری عورتیں اس سے معافی مانگنے لگیں کہ ہم نے تلاشی کے خوف سے تیری جان کو بہت صدمہ پہونچایا ہے۔ تمہیں نہیں معلوم یہ تو مجھ پر پروردگار کی مہربانی ہوگئی۔ ورنہ میں بہت گنہگار ہوں۔

نصوح کی آزمائش

تھوڑی دیر گذرنے نہ پائی تھی کہ فوراً اللہ نے ایک ہلکی سی آزمائش ڈالدی۔ کہ بادشاہ کی نوجوان بیٹی نصوح کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں لے گئی۔ اور کہنے لگی اے نصوح چلو میرے بدن پر مالش کردو۔ اور مجھے نہلا دو۔ اتنا سنتے ہی نصوح پلٹا اور بادشاہ کی بیٹی کے حکم کی پرواہ کئے بغیر چل دیا۔ بظاہر عذر کر دیا۔ کہ اے دختر شاہ اب میرے ہاتھ کی طاقت بیکار ہو چکی ہے۔ اور تمہاری یہ نصوح اب مرتے دم تک بیمار ہو گئی ہے۔ اور زبانِ حال سے یوں گویا ہوا ؎

توبہ کردم حقیقت با خدا
نشکنم تا جاں شود از تن جدا

یعنی میں نے اپنے مولیٰ سے سچی توبہ کرلی ہے۔ اب میں اس توبہ کو ہرگز نہ توڑونگا۔ چاہے جان ہی میرے تن سے کیوں نہ جدا ہو جائے حقیقت ہے کہ جو شخص بارگاہِ الٰہی میں صدقِ دل سے گناہ کا اقرار کر کے ندامت کا اظہار کر دے اس کی توبہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور توبہ کرنے کے بعد عہد کرے چاہے جاں تن سے جدا ہو جائے مگر میں توبہ نہ توڑوں گا۔ اور شیطان ملعون کی دلفریبیوں میں ہرگز نہ آؤں گا۔

ممکن ہے یہ خام خیال دل میں پیدا ہو کہ ابھی تو تو جوان ہے بہت لمبی زندگی پڑی ہے۔ ؎

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبر یست
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جوانی میں ہر چیز جوان ہوتی ہے۔ امنگیں بھی جوان ہیں، شہوت بھی جوان ہے۔ جذبات بھی جوان ہیں۔ شکل و صورت پُر رونق ہے ہر چیز قرینہ کی ہے۔ اب ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اللہ کے خوف سے اس کے سامنے روتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے تو یہ پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ اور جب بڑھاپا آگیا۔ اب دم خم ہی ختم ہو گئے ایسی حالت میں تو ظالم بھیڑیا بھی غار میں جا کر پڑ جاتا ہے۔ حقیقی بندگی تو جوانی کا حق ہے۔

اس حالت میں غور کرنا چاہیئے قرآن کریم کی اس آیت پر جس میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ	ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو برائی پر برائی کئے
السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ	جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت انکے سروں پر سوار ہو جاتی
الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْاٰنَ	اور پھر کہتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

(سورہ نساء آیت ۱۸)

توبہ کا وقت صرف انسان کے حواس باقی رہنے تک ہے جب غرغرہ کا عالم طاری ہو گیا۔ توبہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ موت کے فرشتے کب آ کھڑے ہوں۔ اور مہلت بھی نہ ملے۔

اللہ ہم جیسے گناہگاروں اور سیہ کاروں کو معاف فرما کر اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیدے۔ اور تاحیات حقیقی بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطیب موصوف کی وہ محبت بھری تخلیق جو آپ نے تیس سال قبل مادر علمی جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کی وسیع و عریض دلدوز و دلکش، حسین و جاذب نظر تعمیر دار جدید کے لئے لکھی تھی۔

کاشف العلوم کا دارِ جدید

فیضِ حضرت رائپوری شیخِ وقت
وقت کا نورِ ہُما دارِ جدید

کیں دعائیں شیخ نے جس کے لئے
شیخ کا وہ مدعا دارِ جدید

اسعد و انعام و ہارون کے
دل سے جو نکلی دعا دارِ جدید

تو ہے علم و فیض کا روشن ستون
تو ہے مینارِ ہدیٰ دارِ جدید

تیرے صدقہ میں برستی ہے یہاں
ابرِ رحمت کی گھٹا دارِ جدید

اہلِ ایمان کے قلوب و چشم کو
تجھ سے ملتی ہے ضیا دارِ جدید

قدسیوں کی فوج ایک تسبیح خواں
تجھ میں رہتی ہے سدا دارِ جدید

نام نامی ان کا مولانا شریف
جن کی محنت کا صلا دارِ جدید

اسلم عاصی بھی تیرا ہو گیا
تجھ پہ ہے دل سے فدا دارِ جدید

مقبول عام حضرت اقدس مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی کے مفید ترین خطبات کا مجموعہ
خطباتِ اسلم
۸ر جلدیں، جو اپنی عجیب و غریب اور مندرجہ ذیل خصوصیات کے ساتھ
اہل علم میں مقبول ہو چکی ہیں۔
سادہ و عام فہم، سہل و سلیس، پُرکشش اور جامع خطبات کا حسین مرقع۔
مناسب آیات، برمحل احادیث، عبرت آموز واقعات اور خطیب محترم
کے طویل تجربات کا انوکھا سنگم۔
خلوص و دردمندی، جذب و شوق، عشق و محبت اور قلبی سوز و گداز جیسے
تمام معنوی کمالات سے بھرپور۔
دلکش عناوین، پُرمغز مضامین اور پُرسوز انداز بیان۔
طالبین حق کیلئے ہادی و رہنما اور روحانی بیماریوں کیلئے ایک مخلص معالج۔
ایک ایسی کتاب کہ جس کے مطالعہ سے زندگی کے بے آب و گیاہ
میدان میں علم و عمل اور رشد و ہدایت کے پھول اُگنے لگتے ہیں۔
SHAREEF BOOK DEPOT
JAMIA ISLAMIA KASHIF-UL-ULOOM
Chhutmalpur Pin. 247662
Distt. Saharanpur (U.P.) INDIA